وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

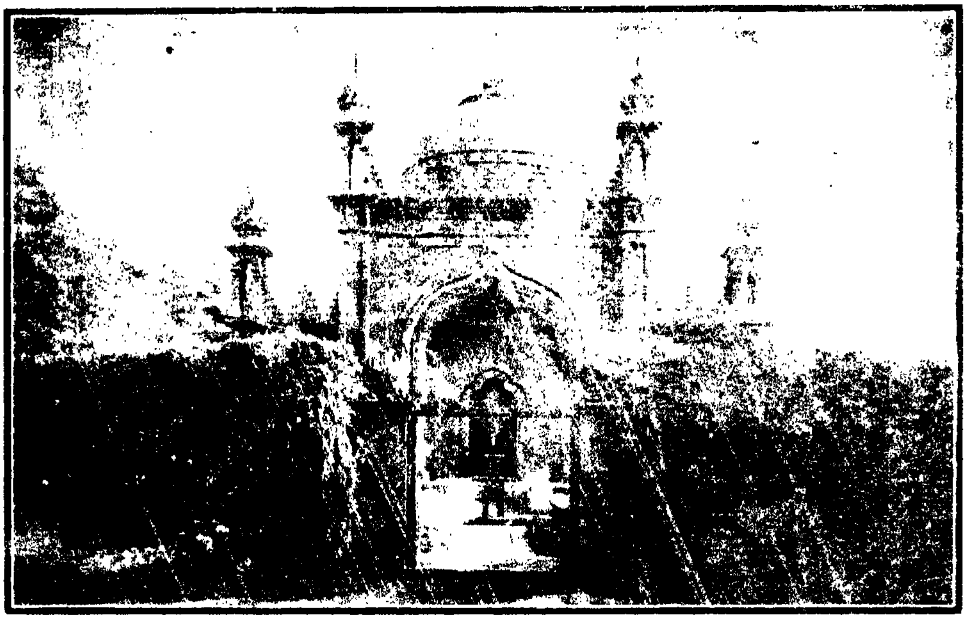

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (سےٗ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بنا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

بورڈ آف ٹرسٹیز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کا جملہ تبلیغی کاروبار ذیل کے معتمدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے

۱- عالیجناب دی رایٹ آنریبل سر رولینڈ جارج النسن ون بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق۔ بی اے (کینٹب) ایم۔ آئی سی آئی ای۔ آف۔ اگاڈاہوس۔ کیلارنے۔ آئرلینڈ (چیرمین)

۲- جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا سشن اینڈ ڈسٹرکٹ جج (پنجاب)

۳- جناب دی آنریبل شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی۔ بیرسٹرایٹ لا ممبر کونسل آف سٹیٹ۔ رئیس گدیہ۔ ضلع بارابنکی۔ لکھنؤ۔

۴- کنور شری جناب بدرالدین صاحب فرزند عالیجناب ہز ہائینس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست منگرول۔ کاٹھیاوار۔

۵- جناب حکیم محمد جمیل خان صاحب رئیس اعظم فرزند عالیجناب حکیم اجمل خان صاحب مرحوم و مغفور۔ رئیس اعظم۔ دھلی۔

۶- جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور (سرحد)۔

۷- جناب خان بہادر غلام صمدانی صاحب ریونیو اسسٹنٹ پشاور (سرحد)

۸- جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۹- جناب شیخ عبدالحمید صاحب مالک انگلش ویرہوس۔ لاہور۔

۱۰- جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سپیشل سکرٹیری ٹو مشیر مال صاحب بہادر ریاست جموں وکشمیر۔

۱۱- جناب ڈاکٹر ایس۔ محمدی صاحب۔ لندن۔

۱۲- جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی مترجم و مفسر قرآن کریم انگریزی و اردو۔

عہدہ داران

۱۳- جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور۔ (وائس پریذیڈنٹ)

۱۴- جناب شیخ محمد الدین جان صاحب بی اے ایل ایل۔ بی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ۔ لاہور۔ (وائس پریذیڈنٹ)۔

۱۵- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی ایس سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکرٹیری)۔

۱۶- جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے۔ بی۔ ٹی۔ امام شاہجہان مسجد ووکنگ۔ انگلستان۔

۱۷- جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹیری۔ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔

اسماء ٹرسٹیان جو فوت ہو چکے ہیں

۱- حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ بانی مسلم مشن ووکنگ۔ انگلستان۔ (سابق پریذیڈنٹ)۔

۲- جناب سر عباس علی بیگ صاحب مرحوم۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل۔ ڈی۔ بی۔ اے۔ ایف۔ یو۔ بی۔ آف بمبئی اینڈ کلکٹن۔

۳- جناب سر میاں محمد شفیع صاحب مرحوم۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور۔

ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ

۱- جناب خان صاحب سعادت علی خان صاحب رئیس اعظم و سکرٹیری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۲- جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے سکرٹیری ٹو مشیر مال صاحب بہادر ریاست جموں وکشمیر

۳- جناب کنور شری بدرالدین صاحب بی اے خلف الصدق عالیجناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ریاست منگرول۔ کاٹھیاوار۔

۴- جناب خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب جنرل مرچنٹ۔ راولپنڈی۔

۵- جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ و وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور (سرحد)۔

۶- جناب میجر مولوی شمس الدین صاحب بی اے فارن سکرٹیری ریاست بہاولپور۔

۷- خان صاحب جناب محمد اسلم خان صاحب برہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم مردان (سرحد)۔

۸- جناب احمد ملا داؤد صاحب مدنی سوداگر۔ رنگون۔ (برھما)۔

۹- جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۱۰- جناب حاجی شیخ رحیم بخش صاحب بی اے ریٹائرڈ سشن جج۔ لاہور۔

عہدہ داران

۱۱- جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ ہائیکورٹ لاہور۔ (وائس پریذیڈنٹ)۔

۱۲- جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور (وائس پریذیڈنٹ)۔

۱۳- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سکرٹیری)۔

۱۴- جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹیری ووکنگ مشن ٹرسٹ۔

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹیری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور۔ تمام خط و کتابت بنام سکرٹیری ووکنگ ٹرسٹ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام لاہور

جلد ۲۲ | بابت ماہ مئی ۱۹۳۶ء مطابق صفر ۱۳۵۵ھ | نمبر ۵

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	از جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مشن	۱۶۲
۲	ایک باپ اور ایک بیٹا	.. .. ..	۱۶۴
۳	عید الاضحیٰ	.. .. ..	۱۶۷
۴	شراب اور دیگر منشیات کا اثر انسانی اخلاق و اعمال پر۔	جناب مولوی ڈبلیو بی بشیر پکرڈ بی اے	۱۶۹
۵	چین میں اسلام کی حالت کے متعلق بعض مشاہدات۔	جناب سید مقبول احمد صاحب بی اے۔	۱۷۴
۶	مکتوبات ووکنگ		۱۷۹
۷	اسلام میں تعدد ازدواج	از جناب مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء	۱۸۶
۸	حضرت محمد صلعم عربی مصلح اعظم	جناب مولوی عبدالکریم صاحب	۱۸۸
۹	قربانی کی سالانہ تقریب	جناب سید ایم ایچ زیدی کے قلم سے	۱۹۴
۱۰	تاریخ کا ایک شاندار واقعہ	جناب حسن محی الدین صاحب عباسی	۱۹۸

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۶ عیسوی

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو عید الاضحیٰ کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی اے۔ امام مسجد ووکنگ انگلستان نماز عید کے بعد خطبہ فرما رہے ہیں۔ ذیل میں اس سعید تقریب کی مفصل روئداد پیش کی جاتی ہے۔ آئندہ اشاعت میں جناب مولوی صاحب موصوف کا بصیرت افروز خطبہ ہدیۂ ناظرین کرام ہوگا۔

قربانی کی سالانہ تقریب پر بعض اہم مضامین اس نمبر میں درج کئے گئے ہیں جو از حد دلچسپ ہیں۔

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں عید الاضحیٰ کی سعید تقریب

انگلستان میں خواہ موسمی کیفیت خوشگوار ہو یا ناخوشگوار عیدین سعیدین مسجد ووکنگ میں ہمیشہ کامیابی کے ساتھ منائی گئی ہیں۔ امسال عید الاضحیٰ کے موقعہ پر اس امر کا بین ثبوت ملتا ہے کہ گو کہر اور برف کی وجہ سے دن سخت سرد تھا۔ تاہم فدایان اسلام بہودی تاریخ میں اس قابل یادگار واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے اپنے مذہبی مرکز مسجد ووکنگ میں تشریف لائے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ واقعہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مطلوبہ قربانی کی یاد دلاتا ہے۔ اور دنیا کے تین مقتدر مذاہب اس واقعہ کو وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ موسمی تغیرات کا مقابلہ کیا گیا۔ اور عید سعید کامیاب ثابت ہوئی۔ شرکا کی تعداد تین سو افراد سے زائد تھی۔

مدعوئین کے استقبال اور ضیافت کی تیاریاں دو یوم قبل سے ہو رہی تھیں۔ یوم گزشتہ کے سہ پہر کو چمن کے ایک دور افتادہ حصہ میں ایک شاندار شامیانہ ایستادہ کیا گیا۔ فرش پر مختلف قسم کی دریاں بچھائی گئی تھیں۔

جن کا انتخاب اس موقعہ کے لئے نہایت موزوں معلوم ہوتا تھا۔ جائے نمازیں بھی کہیں کہیں بچھائی گئی تھیں۔ موسمی حالات کا رد عمل گرم انگیٹھیوں سے کیا گیا۔ جو شامیانے کے طول و عرض میں جا بجا رکھی گئی تھیں۔ علے الصباح نہایت سویرے انگیٹھیاں گرم کی گئی تھیں۔ لہذا نماز کے وقت تک ان میں کافی حرارت تھی۔

دیگر خاص کارگزاریاں پونے بارہ بجے عمل میں آئیں۔ بہت سے مدعوئین سوا گیارہ بجے ہی تشریف لے آئے تھے۔ پگڈنڈی پر متعدد موٹر کاروں کا منظر ہمیں "حضرت محمد صلعم اور برقیت" یا یوں کہنا چاہیئے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام اور برقیت" ایک مضمون کی یاد دلاتا تھا۔

چونکہ تقریب سعید ابراہیمی قربانی کی یادآوری ہے۔ اس لئے ادائیگی نماز کے بعد خطبہ میں قربانی ہی کا مضمون پیش کیا گیا۔ خطبہ کے آخری حصہ میں حاضرین پر اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا کہ عالمگیر امن وصلح کے قیام کے لئے جذبۂ نخوت کا فوری استیصال کیا جائے۔ خطبہ میں اس جذبہ کا مغرب میں وجود ثابت کیا اور بتلایا گیا کہ ممالک یورپ میں زمانۂ حال میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

حالانکہ مقرر نے ایک خاص طرز سے تقریر ختم کی۔ تاہم دن بھر مختلف علاقوں میں خطبہ کی نہایت مدح سرائی کی گئی۔ طرز تقریر نہایت واضح تھا۔

اس کے بعد جلد ہی شامیانہ میں دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا گیا۔ جس سے مدعوئین کو ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی۔ حسب موقعہ طعام مشرقی رنگ لئے ہوئے تھا۔

جس وقت مدعوئین خورد و نوش سے فراغت حاصل کر چکے۔ موسم میں کافی اصلاح ہو چکی تھی۔ نیر اعظم آسمان پر نمودار ہو چکا تھا۔ لہذا مدعوئین نہایت آسانی سے منتشر ہوئے۔ اور ایک عجیب وغریب تصویر نما منظر پیش کیا۔ جس کی وجہ خصوصاً حاضرین میں مشرقی عنصر کا غلبہ تھا۔

قبول اسلام

ایک نوجوان انگریزی خاتون نے اعلان اسلام کیا۔ کہ میں آج سے اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کرتی ہوں موصوفہ کا اسلامی نام زبیدہ قرار پایا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کی رہنمائی کرے۔

بہت سے مدعوئین تین بجے شام کے رخصت ہوئے۔ بعض چائے کے وقت تک بھی ٹھیرے۔ یہ انتظام میموریل ہاؤس میں کیا گیا۔ مدعوئین کی دو جماعتوں کو یکے بعد دیگرے، چار اور پانچ بجے شام کے درمیان چائے نوشی کی دعوت دی گئی۔ دعوت چائے میں جو حضرات شامل تھے ان میں ٹرکش لیگیشن کے پرائیویٹ سکرٹری قابل ذکر ہیں۔

چند مدعوئین نے عملۂ مسجد ووکنگ کے ہمراہ طعام نوشی کی۔

المختصر۔ عیدالاضحیٰ ہر نقطۂ نگاہ سے نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ اور اس روز اسلامیان عالم کا صلح کل رویہ ہر سو جھلکتا نظر آتا تھا۔ حاضرین میں ہز ایکسیلینسی شیخ حافظ وہبہ سعودی وزیر عرب۔ نمائندگان ترکستان ایران و مصر۔ مسٹر آرمسٹن۔ ڈاکٹر واکر۔ مس ٹوگن۔ مس زاہدہ پرل۔ مس امینی فلیمنگ۔ مسز ہوویل۔ سر عبدالقادر۔ دیوان الطاف حسین۔ پروفیسر عبدالعزیز۔ پوری مسٹر پراچہ۔ لفٹننٹ بہاؤالدین۔ مسٹر یونس۔ کیپٹن ایچ اے کریم۔ شامل تھے۔ علاوہ بریں جزائر برطانیہ کی اور بعض جماعتوں کے نمائندے بھی شریک تھے۔ متعدد مدعوئین نے لیڈی ہیڈلے اور مسز خالدہ بچانن ہملٹن وائس پریزیڈنٹ مسلم سوسائٹی کی غیر حاضری کا نہایت افسوس کیا۔ ہر دو خواتین موسم کی خرابی کے باعث تقریب سعید میں شریک نہ ہو سکیں۔

ایک باپ اور ایک بیٹا

عیدالاضحیٰ کی قربانی میں مسلمانوں کے لئے ایک سبق

غالباً قربانی کے علاوہ اسلام کا کوئی دوسرا ایسا مسئلہ نہیں جو ہماری زندگیوں کے نفاق اور ریاکاری کو اس سے بڑھ کر صفائی اور وضاحت کے ساتھ ظاہر کر سکے۔ ہماری اس تحریر کے ایک دو دن بعد تمام دنیا کے مسلمان عید قربان منا رہے ہوں گے اور وہ کیا بات ہے جو اس موقعہ پر ہر مسلمان کو مدنظر رکھنی ضروری ہے؟ کیوں موٹے دنبوں اور ایک ایسے تہوار کے دن کے لئے ہم بیقرار ہونے لگتے ہیں جس میں بھنا ہوا گوشت۔ پلاؤ کباب اور کوفتے وغیرہ ہمارا مطمح نظر بن جاتے ہیں۔ ہر شخص ایک ہی خواہش اپنے دل میں لئے ہوئے ہے۔ کہ کوئی خوب موٹا سا دنبہ یا بکرا مل جائے۔ بعض لوگ اسی عظیم الشان دن کے لئے سال بھر تک ایک یا کئی کئی دنبے پالتے رہتے ہیں۔ یہ واقعات و حالات صرف اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ دنبے اور بکرے کھانے کا نام ہے۔ اور دنبے اور بکرے کھانا عیدالاضحیٰ ہے۔ ان تمام واقعات کا مقابلہ جب اس عظیم الشان صداقت کے ساتھ کیا جائے جس کو اس موقعہ پر تصویری زبان میں ظاہر کرنا مقصود ہے تو یہ ایک مضحکہ خیز چیز نظر آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم جیسے عظیم الشان نبی کو چھیاسی سال کی طویل عمر میں ایک لڑکا (حضرت اسمٰعیل) اللہ تعالیٰ نے عنایت کیا جب یہ لڑکا کچھ بڑا ہوا تو حضرت ابراہیمؑ کو خواب آیا کہ اس بچہ کو ذبح کرنا چاہئے۔ ہم موجودہ زمانہ کے لوگ ایک خواب کے خیال پر ہنس دیںگے اور اسے پیٹ بھر کر کھانے یا پریشان دماغی کا نتیجہ قرار دے کر پھینک دیں گے۔ مغربی مادہ پرستی اس قدر ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے کہ اس قسم کے روحانی مناظر کو ہم کھلی توہم پرستی قرار دینے لگتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں قدیم زمانوں میں ممکنات میں سے تھیں لیکن موجودہ زمانہ میں خدا اور انسان کے مابین ذاتی تعلق قایم نہیں رہا۔ خدا کو آج پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گیا ہے اور اس کے بجائے جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ فلسفہ کی "حقیقت انتہائی" یا سائنس کا "سبب اول" ہے جس سے انسانی آرزوؤں اور التجاؤں کا کوئی جواب ممکن نہیں۔

لیکن حضرت ابراہیم نہ تو فلاسفر تھے اور نہ ہی سائنس دان اور نہ ہی اپنے مطمح نظر کے لحاظ سے "مغربی" تھے۔ آپ کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ آپ اصل لغوی معنوں میں "مسلم" تھے یعنی رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنے والا۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:- اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ فرمانبردار ہو جا تو اس نے کہا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ وہ اس بات کو جو اسے خواب میں نظر آئی لفظی معنوں میں پورا کرنے اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس کے بیٹے کا کیا حال تھا؟ اگر وہ ہمارے زمانہ کا کوئی سکول یا کالج کا لڑکا ہوتا تو اپنے باپ پر یہ کہہ کر ہنس دیتا کہ یہ کیا پرانا دقیانوسی انسان ہے اور غالباً اسے پاگل خانہ میں پہنچا کر رہتا لیکن وہ کسی اور ہی جرأت و دلیری کا انسان تھا۔ وہ بیت اسلام کے کونے کا پتھر بننے والا تھا۔

اس خواب کا یہ مطلب نہ تھا کہ حضرت اسمٰعیل کو فی الواقعہ ذبح کر دیا جائے دوسرے خوابوں کی طرح اس میں بھی کسی اور مفہوم کو تصویری زبان میں ظاہر کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ اور نور الٰہی کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا جائے۔ اس بات کو سن کر ان کا باپ انہیں مکہ کی وادی میں لے گیا۔ اور جو واقعات وہاں پیش آئے وہ تاریخ کی ایک معلوم اور مشہور بات ہے۔ یہ مقام جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے۔ ایک غیر ذی ذرع وادی ہے۔ جس میں کوئی سبزی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی معاش کا کوئی ذریعہ ہے اسمٰعیلؑ کو اپنی بے کس ماں کے ساتھ (جو بطور سرپرست تھی) اس بیابان کے اندر چھوڑ دینا جس میں پانی کا ایک قطرہ بھی پینے کے لئے نہ تھا بحر ظلمات میں چھلانگ لگانے اور اسمٰعیل اور اس کی ماں دونوں کو قربان کر دینے کے برابر تھا

لیکن خدا کا یہی حکم تھا اور ایک سچے مسلمان ہونے کی حیثیت سے حضرت ابراہیمؑ پر اس کی اطاعت ہی واجب تھی اور اسی توکل علی اللہ اور رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ نسل انسانی کو اسلام جیسی عظیم الشان نعمت عطا کی۔ کیونکہ اس قربان شدہ بچہ کی نسل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان اور آخری نبی پیدا ہوا۔

عید الاضحیٰ اسی عظیم الشان صداقت کو تصویری زبان میں پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اس کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کر دینا کبھی ضائع نہیں جاتا۔ صرف انہی دو باتوں سے نسل انسانی کو وہ عظیم الشان فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کا نمونہ حضرت اسمٰعیل کے معاملہ میں نظر آتا ہے۔ وہی وادی غیر ذی زرع اس عظیم الشان قربانی کی وجہ سے نور اور علم کا مرکز بن گئی۔ جس سے ایک ایسی تہذیب پیدا ہوئی جو تاریخ کا ایک محیر العقول کرشمہ ہے

عید الاضحیٰ کے اس عظیم الشان پیغام کو سننے کی اس سے پیشتر کبھی اتنی ضرورت پیش نہیں آئی جتنی موجودہ زمانہ میں ہے۔ جبکہ مغرب کی مادیت زدہ تہذیب نے خدا کو مسلمانوں میں بھی ایک بے حقیقت چیز بنا دیا ہے۔ اور اسے ایسی حیثیت دے دی ہے جس کی معاملات زندگی میں کوئی وقعت نہیں۔ عید الاضحیٰ زندگی کے اس مادی نظریہ کو باطل قرار دیتی ہے۔ سال بہ سال وہ یہ اعلان کرتی ہے کہ سچی تہذیب کی بنیاد خدا اور اس کی رضا پر رکھنی ضروری ہے۔ خدا کو معاملات زندگی سے اگر علیحدہ کر دیا جائے تو سوسائٹی کی عمارت خواہ کتنی بھی احتیاط اور مستعدی سے تیار کی جائے کسی نہ کسی وقت منہدم ہو کر رہے گی۔

ہمیں ڈر ہے کہ مسلمان اس بارہ میں بالکل مغرب زدہ ہو گئے ہیں یہ انجمن ان دونوں عظیم الشان صداقتوں کو لیکر کھڑی ہوئی ہے جن کو عید الاضحیٰ ہر سال زندہ کرتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ خدا اب بھی انسان کو مل سکتا ہے اور وہ اس کی دعاؤں کو سنتا اور ان کا جواب دیتا ہے۔ اور اس طرح اس کے ساتھ ذاتی تعلقات قایم کر سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کو پھر اسی طریق سے از سر نو زندگی حاصل ہو سکتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کے رستہ کو اختیار کیا جائے جو خدا کے نور کو پھیلانے کی راہ ہے۔ اور اس راہ پر گامزن ہونے کے لئے اگر جان کی بھی قربانی کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ زندگی کے اس نظریہ سے آج مسلمان نہایت سرد مہری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ پورے طور پر مغرب زدہ ہیں وہ تو اس پر مضحکہ اڑاتے ہیں۔ تاہم ایک یا دو دن میں ہم سب ایک ایسے واقعہ کی یادگار منا رہے ہوں گے جو اس عظیم الشان صداقت کو تصویری زبان میں پیش کرتا ہے کہ انسانی زندگی صرف ایک ہی مرکز ثقل رکھتی ہے اور وہ ہے خدا اور اس کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ (کلائمٹ)

عید الاضحیٰ

عید الاضحیٰ کا اسلامی تہوار پھر ایک دفعہ آیا ہے وہ تہوار جو اپنے آغاز اور اس سپرٹ کے لحاظ سے جو کل اسلامی دنیا اس تقریب پر ظاہر کرتی ہے دنیا کے تمام مذہبی تہواروں میں بے نظیر اور غیر متوازی خصوصیت رکھتا ہے۔ اسلام کی یہ سپرٹ اس خاص تعلیم سے شروع نہیں ہوا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے بلکہ آغاز عالم سے ہی دنیا میں پایا جاتا ہے اس کی سپرٹ ہر سچے مذہب کی بنیادی تعلیمات میں موجود ہے۔ جو برگزیدہ انبیائے کرام کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً مختلف زمانوں میں مختلف اقوام کی طرف بھیجے گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جہاں وہ مذاہب خاص اقوام یا قبائل کی ہدایت کے لئے ان کی ضروریات کے مطابق بھیجے جاتے رہے اسلام اپنی آخری اور مکمل شکل میں اللہ تعالیٰ کے آخری اور سب سے بڑے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام نسل انسانی کی طرف بھیجا گیا۔ اسی وجہ سے اسلام کی ایک بنیادی تعلیم یہ ہے کہ تمام ان سابق انبیاؑ کی جن پر الہام الٰہی نازل ہوا، ایک جیسی عزت و توقیر کی جائے ؁

وہ تہوار جسکو کل تمام اسلامی دنیا مناتی ہے ہمارے اس بیان کا کھلا ثبوت ہے۔ یہ وہ تہوار ہے جو ہر سال قربانی کے ان عظیم الشان اور بلند ترین کاموں کی یادگار قائم کرنے کے لئے آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ایک مخلص بندہ نے اپنے خالق کے لئے سر انجام دینے کی تیاری کی۔ یہ انسان ابراہیم خلیل اللہ تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام اس زمانہ میں ہوئے ہیں جب اسلام کی وہ شکل جس کی بعد میں تلقین کی گئی ابھی موجود نہ تھی۔ لیکن اس سے اس پوزیشن میں کوئی فرق نہیں پڑتا جو بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام کو ان برگزیدہ انبیاؑ میں دی گئی جن کی توقیر کرنا اور انہیں خدا کے نبی سمجھنا مسلمانوں کا فرض ہے اور یہ کوئی بے حقیقت بات نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا خطاب دیا گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ایسی زبردست محبت تھی جو صدیوں تک ایک شاندار مثال بنی رہے گی۔ آپ کی محبت الٰہی میں کوئی کلام اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور رضائے الٰہی کی اطاعت میں آپ کمال درجہ پر پہنچے ہوئے بلکہ یقیناً اس بارہ میں اعلیٰ اور شاندار درجہ رکھتے تھے۔

یہ داستان ہمارے خیال میں ہمارے قارئین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیمؑ کو اپنی سب سے پیاری چیز خدا کے رستہ میں قربان کرنے کا حکم ہوا۔ کس طرح سے انہوں نے بڑی بڑی تعداد میں جانور قربان کئے لیکن اس کے باوجود خدا کا حکم بار بار خوابوں کے ذریعہ دہرایا جاتا رہا۔ یہانتک کہ یہ ظاہر ہوگیا کہ جس چیز کی قربانی کا اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کے پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے سوا اور کوئی نہیں۔ یہ اشارہ پاتے ہی اس عظیم الشان اور خدا کے فرمانبردار نبی نے اپنی محبت الٰہی کا ثبوت دینے کے لئے اس اعلیٰ درجہ کی قربانی دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ لیکن یہ

صرف ابراہیمؑ کے ایمان کی آزمائش کے لیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس امتحان میں ڈالا - اور جب انہوں نے موریا کی سرزمین میں پہاڑ کے اوپر اپنی آنکھیں باندھ کر اپنے رضامند بیٹے کو لٹا دیا اور چھری اٹھائی اور قربانی کے لیئے اسے نیچے کرکے چلانا چاہا تو اسمٰعیل کے بجائے اللہ تعالےٰ نے ایک بکرا وہاں لٹا دیا - اور اس کے بعد ابراہیمؑ پر خدا کا یہ کلام نازل ہوا - یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین - اے ابراہیمؑ تو نے اپنی ساری زندگی کے خوابوں کو حقیقت کا جامہ پہنا کر انہیں سچ کر دکھایا اور اپنے ایمان کو ثابت کر دیا - اسی طرح ہم محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں -

اسی اطاعت الٰہی کی یاد کو تازہ رکھنے اور اس کی قدر و قیمت کو سمجھنے کے لیئے مسلمان اس وقت سے ہر سال قربانیاں کرتے ہیں جب سے اسلام پیدا ہوا ہے - یہ قربانیاں اس غرض سے نہیں کی جاتیں کہ جانوروں کا گوشت کھانے کے لیئے ان کا خون بہایا جائے - یہ تو عیدالاضحیٰ کی قربانیوں کا ایک ادنیٰ ترین مقصد ہے - اگر اس حقیقت کو وہ تمام مسلمان مدنظر رکھیں جو سال بسال قربانیاں کرتے ہیں - اور اگر ان کے اس فعل کا حقیقی مفہوم ان کے دونمیں پورے طور پر گڑ جائے تو اس تہوار کا حقیقی مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور اس کا نتیجہ بہترین اخلاق اور روحانی بھلائی کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے -

گزشتہ سال اس مضمون پہ لکھتے ہوئے ہم نے اس بات پر بہت زور دیا تھا کہ ان مذہبی تہواروں کے صحیح مفہوم کا علم نوجوان مسلمانوں میں پھیلانے کی بڑی ضرورت ہے - کیونکہ وہ ان باتوں سے اس قدر زیادہ واقف معلوم نہیں ہوتے جس قدر ہمارے اسلاف واقف تھے - ہمیں افسوس ہے کہ اس بارہ میں ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا - آج حج یا اسلام کی عظیم الشان مذہبی کانگرس کا دن ہے جسمیں شمولیت کے لیئے دنیا کے ہر حصہ سے ہزارہا مسلمان جاتے ہیں - اس جریدہ کے عیدالفطر نمبر میں ہم نے اسلام کی اس مذہبی تقریب کے مفہوم اور اس کے متعلقات پر خاص مضمون لکھا تھا - ہمیں یاد ہے کہ گزشتہ سال حج کے موقعہ پر ایک ناگوار واقعہ ظہور پذیر ہوا تھا جسمیں سلطان ابن سعود کی زندگی پر حملہ کیا گیا تھا - ہمیں امید ہے کہ اس سال یہ تقریب امن و سلامتی کے ساتھ گزر جائے گی -

اب ہم اپنے تمام قارئین کرام کو خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں تہہ دل سے عید مبارک عرض کرتے ہیں اور اپنے مسلمان قارئین سے علی الخصوص اور تمام مسلمانوں سے علی العموم ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اس قربانی کا جو ابراہیم علیہ السلام نے کی اور جسکی یاد ہم ہر سال تازہ کرتے ہیں صحیح مفہوم اپنے دل میں رکھیں دعا ہے کہ اس قربانی کی حقیقی روح ہم میں پیدا ہو اور ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلام کی زندگی کیلئے دوسرے شعبوں میں اعلیٰ درجہ کی قربانیوں کی ضرورت ہے - یہ روح ہم میں پھر تازہ ہو جائے ٭

شراب اور دیگر منشیات کا اثر انسانی اخلاق و اعمال پر

قرآن کریم کا حکیمانہ ارشاد

(جناب مولوی ڈبلیو بی بشیر ریکر ڈ بی - اے)

مجھے کہا گیا ہے کہ چند مختصر جملوں میں انسانیت کے قلعہ کو ایک پر فریب اور بظاہر خوشنما بدی سے بچانے کے لئے مستحکم کروں۔ وہ بدی جو عیش و عشرت کے جگمگاتے ہوئے دام تزویر میں بلا اطلاع پھانس لیتی ہے۔ جب ایک دفعہ کوئی شخص اس جال میں پھنس جائے تو دیکھنے والا بدی کی زہریلی فطرت کو فوراً شناخت کر لیتا ہے۔ وہ دیکھ سکتا ہے کہ اس کا زہر عقل و فکر کو چاٹ رہا ہے۔ طاقت و قوت کے سرچشمہ پر اثر ڈالتا، اعتدال یا تناسب کے احساس کو خراب کرتا اور اس قوت فیصلہ کو مخدوش کر دیتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کس چیز کا نام ہے، صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟

اس تمہید کے ساتھ میں اب اصل مضمون کو بیان کرتا ہوں۔ بدی کا ظاہری ملمع اتار دو اور اس کی جو اندرونی بدنما شکل رہ جاتی ہے اس کے اندر کشش کی کوئی طاقت نہیں ہوتی۔

قرآن کریم فرماتا ہے:- یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون - انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلوٰۃ فہل انتم منتہون -

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو بیشک شراب اور جوا ناپاک شیطانی عمل ہے۔ پس اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بیشک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوے کے ذریعہ سے عداوت اور بغض ڈالدے اور اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روکے۔ پس کیا تم ترک جاؤ گے؟ (المائدہ ۵: ۹۰ - ۹۱)

مخمور ہونا عقل کے منور چہرہ کو داغدار اور ناپاک بناتا ہے۔ آپ خود کیچڑ کے اس چھینٹے کو دیکھ سکتے ہیں جو آپ کے جسم پر پڑے۔ اسی طرح ایک دوسرا آدمی کسی مخمور مرد یا عورت کی عقل کی بری حالت کو پہچان لیتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر مخمور ہونا اس وجہ سے اور بھی برا ہے کہ جب ایک دفعہ عقل کا توازن باقی نہ رہے اور اس میں لغزش آ جائے تو وہ اس قابل نہیں رہتی کہ اس حالت کو جس میں وہ مبتلا ہے سمجھ سکے۔ انسانی عقل اس وقت اپنی خرابی اور رسوائی کو نہیں جانتی۔ اس لئے نسل انسانی کا یہ فرض ہے کہ نشہ کے بظاہر معصوم دکھائی دینے والے اور دغاباز

دشمن کے تمام رستوں کی ان تھک نگہداشت وحفاظت کرے۔ شراب اپنے اس عمل کے اندر داخلہ کو نہایت خوشگوار اور آرام دہ بنا دیتی ہے جو نسیان اور خود فراموشی کو پیدا کرنے والا ہے۔ شراب نہایت نرمی کے ساتھ بے معلوم طور پر انسان کو خود پسندی کی طرف بلاتی ہے۔

شراب بزبان حال کہتی ہے " ذرا میرے پاس آیئے اور حقایق حالات نے جو خشکی پیدا کر دی ہے اس کو دور کر لیجئے۔ آپ تھکے ماندے ہیں۔ آج آپ کو بہت جد وجہد کرنی پڑی ہے۔ بہت محنت آپ نے کی ہے۔ میرے پاس بہت سے نرم ونازک گدیلے ہیں۔ آپ کا فی الواقعہ حق ہے کہ انہیں استعمال کریں اور ان پر سر رکھ کر آرام سے لیٹیں۔ یہ تمام خوشی اور عیش اب آپ کا حق ہے۔ پس ذرا ٹھہریئے اور میرے ساتھ آرام کیجئے اس سے آپکو نفع ہوگا۔ اگر کوئی مرد یا عورت پہلے سے متنبہ نہ ہو اور اس بات کا پختہ عزم نہ رکھتا ہو کہ بری باتوں میں مشغول نہ ہوگا تو نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ وہ حقایق کی خشکی جس کو فراموش اور دور کرنا تھا وہ تو جوں کی توں رہتی ہے اور بدلتی نہیں لیکن شراب حواس کو اور خیال میں لگا دیتی ہے۔ عقل کو شراب کے ذریعہ سے بیوقوف بنا دیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ خیال کرنے لگتی ہے کہ کوئی بہتر حالت پیدا ہو رہی ہے۔ شراب اور منشیات عقل اور حقایق کے مابین ایک خوبصورت گلابی پردہ حائل کر دیتی ہے۔ اور اس طرح عقل کو اس کے فرض کی ادائیگی سے روک دیتی ہے۔ کہ وہ حقایق کا جائزہ لے سکے۔

منشیات عقل کی اس طاقت کو کہ وہ واقعات وحادثات کے خلاف حفاظت کا سامان پیدا کرے زائل کر دیتی ہے۔ منشیات عقل سے مسخر کرتی ہیں اور ظاہری پرفریب خیالات سے عقل کو اندھا کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ صداقت کو صفائی کے ساتھ پہچان نہیں سکتی۔ اور نہ اس کے مطابق زندگی کو ٹھیک طور پر بنا سکتی ہے۔

شراب اور منشیات جو استعمال کرتے ہیں ان میں یہ عجیب وغریب عدم توازن پایا جاتا ہے کہ وہ انسان کا بہترین حصہ (یعنی اس کی عقل) کو زائل کر دیتی ہیں۔ اس وقت جب وہ آدھا رہ جاتا ہے تو وہ کام اسے کرنا پڑتا ہے جو مکمل ہونے کی حالت میں وہ کرنا نہ چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ ایسا کر چکے تو پھر اس کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے اور اس مرد یا عورت کو ایک ایسی احمقانہ حالت میں چھوڑ دیتا ہے جو پریشان کن نیند کی صورت رکھتی ہے۔ خواہ وہ جسمانی ہو یا ذہنی یا روحانی یا تینوں اکٹھی ہوں۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جب وہ جاگتا ہے تو اپنے آپ کو درد وتکلیف کے کانٹوں میں الجھا ہوا پاتا ہے۔ پشیمانی اور ندامت کی چبھن اور غیر مشکوک اور ناقابل انکار حقیقت حال کے تیر اور چبھنے والے کانٹے اس کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح شراب کا عمل تین درجے رکھتا ہے

۱۔ حقیقت حال پر بے اطمینانی۔

۲۔ غیر حقیقت حال پر اطمینان۔

۳۔ اس حقیقت حال پر افسوس و ندامت جس کو بے وقوفی سے پہلے سے بدتر بنا لیا جائے۔

اس تیسرے درجہ پر شراب پینے والے مرد یا عورت کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی اور شخص کے اعمال و افعال کے نتائج کو بھگتنا اور اس کی سزا کو اٹھانا ہے۔ کیونکہ حقیقت ہے کہ جب نشہ کی حالت ہو تو اس وقت مخمور مرد یا عورت کا اپنا آپ نہیں ہوتا۔ جب ایک عقلمند آدمی حالت ہوش و حواس میں اپنے سوچ بچار سے کئے ہوئے کام کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہوتا ہے تو ایک ایسے فعل کی (جو اس حالت میں کیا جائے جب انسان نصف آپے میں ہو) یہ سخت سزا بھگتنی پڑتی ہے کہ پشیمانی و ندامت، شرم اور تکلیف دُگنی ہو جاتی ہے۔

اب میں شراب کی اس قطعی اور آخری ممانعت کی خوبی اور سادگی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو قرآن کریم کے الفاظ میں پائی جاتی ہے۔ شراب اور منشیات کے استعمال کو صفائی کے ساتھ بغیر کسی شک و شبہ کے رجس من عمل الشیطان قرار دیا گیا ہے۔ پھر کون شخص ہے جو اس نجس شیطانی چیز کو "تھوڑی سی" "احتیاط کے ساتھ" بھی استعمال کرنا چاہے۔ اور یہ کہے کہ "میں جانتا ہوں کب اس کو ترک کرنا ہے"۔ نہیں بلکہ ایک "نجس شیطانی کام" کو ترک کرنے کا وقت شروع ہی نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے بھی قطعی طور پر بچنا چاہئے۔ خفیہ یا ظاہر اس میں مبتلا ہی نہ ہونا چاہئے۔

شراب سے قطعی پرہیز کرنا، ایک بہت بڑی نیکی اور موجودہ زندگی کی بہت سی الجھنوں اور پیچیدگیوں کو دور کر کے سیدھی سادی زندگی پیدا کرنا ہے۔ اس سے علیحدگی اختیار کرنے سے نہ صرف زندگی کا ایک حصہ ہی فوراً پیچیدگیوں سے نکل آتا ہے بلکہ شراب سے قطعی پرہیز کرنے کے جو فائدہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عقل میں توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ ان مشکلات اور پیچیدگیوں پر قابو پانے کے لئے زیادہ صاف اور کھلے دلائل سامنے آجاتے ہیں جو موجودہ زندگی کے بعض دوسرے پہلوؤں میں ابھی تک باقی ہیں۔

اس کو احتیاط سے نوٹ کر لیجئے۔ شراب ترک کرنے سے دوگنا نفع اور دو برکات حاصل ہوتی ہیں:۔

۱۔ زندگی سادہ ہو جاتی ہے اور ایسے بلا سوچے سمجھے غلط کاموں سے بچاؤ ہوتا ہے جن کی وجہ سے دردناک نتائج اور بہت سے افسوسناک حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ انسان، بدی۔ لڑائی جھگڑے۔ بیوقوفی۔ احمقانہ غلطیوں۔ ناواقفیت کے افعال۔ ظلم و ستم۔ بے پروائی۔ اور فراموشی کے کاموں میں بلا ارادہ مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے

اور یہ وہ کام ہیں جو اگرچہ کتنے ہی معمولی اور حقیر صورت کیوں نہ رکھتے ہوں بہت سے عظیم الشان اور رہشیتر سے تعلق رکھنے والے نتائج ان میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ایک جلتی ہوئی دیا سلائی کا پھینکنا یا روشن موم بتی سے غفلت یا چولہے کے اندر جلتی ہوئی آگ سے بے پروائی، مکانات کے جلنے۔ آگ کے پھیل جانے، لوگوں کی اموات اور کئی قسم کے نقصانات کا موجب ہوجاتی ہے۔ یہ تمام نقصانات بے پروائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بے پروائی کیونکر پیدا ہوئی؟ اس لئے کہ دماغ متوجہ نہ تھا۔ وہ عارضی طور پر اپنی چوکیداری سے ہٹ گیا تھا۔ اور وہ چیزیں جو دماغ کو بہت جلد خیال اور نگہبانی سے ہٹا دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک، شراب اور منشیات ہیں۔

۲۔ دوسرا فائدہ شراب سے قطعی پرہیز کا یہ ہے کہ آنکھیں دیکھنے کے لئے صاف ہوجاتی ہیں۔ دماغ فیصلہ کے لئے تیز ہوجاتا اور عقل اندازہ لگانے کے لئے درست ہوجاتی ہے۔ اور صحیح مقاصد کے حصول کے لئے عملی قوئی زیادہ تیز اور روشن ہوجاتے ہیں۔

شراب اور منشیات سے پرہیز ایک ایسا عقلمندانہ اور سیدھا راستہ ہے جو صداقت کی طرف لے جاتا اور خدا کے فرائض اور اپنے نفس کے فرائض اور دوسروں کے فرائض کی ادائیگی کے قابل بنا دیتا ہے۔

شراب سے قطعی پرہیز ہی ایک کامل و مکمل طریق ہے۔ سفید و سیاہ۔ نیک و بد اور صحیح و غلط کے مابین یہی ایک امتیازی نشان ہے۔ کوئی ایسا غبار آلود میدان اس رستہ میں نہیں جس میں اسبات پر نا قابل اختتام بحث و مباحثہ اور لڑائی جھگڑا پیش آئے۔ کہ کوئی چیز کتنی دور ہے؟ یا کسقدر ہے؟ "یا کتنی چھوٹی ہے؟" کتنا زیادتی پائی جاتی ہے؟ "حالات کیا ہیں؟" "کچھ لوگوں کو اتنا ملنا چاہئیے؟" "دوسروں کو اس قدر" وغیرہ وغیرہ۔ نہیں۔ اگر شراب سے قطعی پرہیز کیا جائے۔ تو ایسی حالت پیدا نہیں ہوتی کہ کوئی سفید چیز ہو گی جس کی سفیدی زائل ہونے لگے۔ اور نا قابل احساس طریق سے آہستہ آہستہ وہ حقیقی طور پر سیاہ ہوجائے۔ کوئی فریب خوردہ دل شراب نوشی کی کسی حد پر پہنچکر بھی اسے "بہت زیادہ" نہیں کہہ سکتا۔ اور جب وہ حد آجائے جس کو کوئی اپنے لئے انتہا قرار دے تو اس کی قوت ارادی اس قدر زائل ہوجاتی ہے کہ جھومتے ہوئے جسم اور جوش سے بھرے ہوئے دل کو اس مفروضہ حد اسراف سے آگے بڑھنے سے روک نہیں سکتی۔ جوں ہی کوئی شخص اس حد تک پہنچتا ہے وہ حرکت ہی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس لئے تھوڑی اور بہت کا سوال کوئی نہیں قطعی ممانعت ہی ضروری ہے۔

اب بعض ان مضرات اور برائیوں پر نظر کرتے ہوئے جو منشیات کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہم

دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض کا ذکر قرآن کریم نے خاص طور پر کیا ہے۔ مثلاً سورہ مائدہ کی آیت ۹۱ میں فرماتا ہے۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون ۔ بیشک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ سے عداوت اور بغض پیدا کردے۔ اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پس کیا تم اس سے باز آؤ گے؟۔

اب نماز اور اللہ کے ذکر سے روکے جانا فی الحقیقت دگنا نقصان ہے۔ وہ لوگ جو منشیات اور جوئے بازی میں حصہ لیتے ہیں دو نقصان اٹھاتے ہیں۔ پہلا نقصان یہ ہے کہ اللہ کی یاد ان کے دلوں سے محو ہوجاتی ہے۔ نماز اور اس کی وجہ سے جو اطمینان پیدا ہوتا ہے وہ باقی نہیں رہتا۔ اور بھول جاتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ لڑائی۔ جھگڑا۔ مشکلات اور دنیوی کشمکش اور سراسیمگی پیدا ہوتی ہے۔ جو ذکر اللہ اور نماز سے پیدا نہیں ہوتی اور اگر پیدا بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نصرت و امداد سے اس پر کامیابی سے قابو پالیا جاتا ہے۔

اب منشیات کی برائیاں کافی طور پر ظاہر ہوجانے اور ناقابل انکار ثابت ہونے کے بعد ہمیں قماربازی پہ خاص طور پر غور کرنا چاہیئے۔ مغربی تہذیب پر قماربازی کی وجہ سے تمدنی خرابی ایسی بُری طرح سے حاوی ہے کہ جیسے انسانی جسم پر پھوڑا پیدا ہوجائے۔ کیا مغربی لوگوں کی اکثریت قماربازی کو فی الحقیقت نقصان دہ اور مضرت رساں سمجھتی۔ اسے بہت بڑی تمدنی اور قومی تکلیف یقین کرتی اور سچی تہذیب کا دشمن خیال کرتی ہے؟ اگر نہیں تو بھی وہ فی الحقیقت تہذیب کی دشمن اور اجتماعی خوشی اور خوشحالی کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ قماربازی اعتماد کی جڑوں کو کھوکھلا کردیتی ہے۔ وہ تمدنی حالات کو غیر مستقل اور ناقابل اعتبار بنا دیتی ہے۔ وہ روپیہ اور مادی اشیاء کی صحیح قدر و قیمت کو زائل کر دیتی اور اس کے بجائے ایک بخار آور بے یقینی اور اعصابی تباہی کو پیدا کرتی۔ تکالیف زوال اور بربادی کو لاتی ہے۔ قماربازی کا مقصد یہ ہے کہ کمائے بغیر روپیہ حاصل ہوجائے۔ اس لئے قماربازی اپنی اصلیت کے لحاظ سے بے انصافی اور پختہ اور صحیح مالی نظام کی بربادی ہے۔ قماربازی مسلسل طور پر خطرناک صورت اختیار کرنے کی عادت اور بے اطمینانی کے بخار کو ترقی دیتی ہے۔ اور دیانتدارانہ محنت کی کمائی کی قدر و قیمت کو برباد کر دیتی ہے۔ قماربازی یا تو مسرفانہ روپے کو برباد کرنے کا نام ہے جس سے دیانتدارانہ محنت کے فوائد زائل ہوجاتے ہیں۔ اور یا اس سے غیر دیانتدارانہ طمع و لالچ پیدا ہوتا ہے۔ جس سے روپیہ کے بے قدر و قیمت

ڈھیر جمع کر لئے جاتے اور انہیں اتنی ہی آسانی سے خرچ کر دیا جاتا ہے۔ جس ناقدری سے انہیں حاصل کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے کام لیتے ہوئے ان تمام چیزوں کو قرآن کریم میں نہایت خوبصورتی سے روک دیا اور اتفاقی کھیلوں اور قمار بازی سے منع کر دیا۔ اگر ان احکام کو تمام دنیا مد نظر رکھے تو سوسائٹی کی حالت کس قدر بہتر اور دل خوش کن توازن پر آجائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خوشگوار اور صلاحیت پیدا کرنے والی چیز کی عام اشاعت میں امداد دے۔

چین میں اسلام کی حالت کے متعلق بعض مشاہدات

(سید مقبول احمد صاحب بی۔ اے۔ کے قلم سے)

مسٹر محمد سلیمان ین کوانغ یو نے چین میں اسلام کی حالت کے متعلق ایک دلچسپ مضمون سپرد قلم فرمایا ہے اگر مسٹر سلیمان وہی جنٹلمین ہیں جن سے میں شنگھائی کی مسجد میں ملا تھا۔ اور جو چینی مسلمانوں کے اس پرائمری سکول کو دکھانے کے لئے مجھے لے گئے تھے جو اس ان تھک خادم اسلام کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کا عربی نام ہلال الدین ہے۔ (ہر چینی کا ایک عربی نام ہوتا ہے اور ایک چینی نام) تو مجھے خوشی ہے کہ یہ نوجوان چینی جنٹلمین جو ۱۹۳۳ء میں جب میں اس سے ملاقی ہوا تھا بمشکل ابھی انیس بیس سال سے متجاوز ہوا تھا۔ چین میں اسلام کی موجودہ حالت پر کچھ دلچسپ روشنی ڈالنے کا موجب ہوا ہے۔ اس کا نام مجھے اس دل خوش کن میٹنگ کی یاد دلاتا ہے جب اس نے اور اس کے افسر حاجی ہلال الدین نے مسجد کے اندر اپنے دفتر میں میری تواضع چائے سے کی تھی اور ہم نے چین میں اسلام اور مسیحیت کے کئی پہلوؤں پر عربی زبان میں تبادلہ خیالات کیا۔ افسوس ہے کہ اس وقت مجھے معلوم نہ ہوا کہ مسٹر محمد سلیمان انگریزی میں ایسی اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے ہیں۔ ورنہ ہماری گفتگو زیادہ آسان اور دلچسپ ہوتی کیونکہ عربی زبان میں جسکو ہم نے تبادلہ خیالات کا ذریعہ بنایا تھا اظہار خیالات کرنے میں ہمیں طبعاً بہت مشکل پیش آتی تھی۔ حاجی ہلال الدین کے پاس چین میں مسیحیت کی اشاعت کے بارہ میں بعض خطرناک خبریں تھیں اور ان کی یہ رائے تھی کہ چین میں کسی دوسرے مذہب کی نسبت مسیحیت زیادہ ترقی کر رہی ہے۔ فی الحقیقت ان کا یہ خیال تھا کہ چین

کے ساحلی صوبجات کے لوگوں اور ملکی جماعت نے جو عام طور پر چینی حکومت کی ملازمت میں ہے مسیحیت کو اپنا قومی مذہب بنالیا ہے اور ان کی تعداد سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔

یہ قریبًا ناممکن بات ہے کہ چین میں کسی مذہب کی موجودہ طاقت معلوم ہو سکے۔ حکومت نانکنگ نے اپنی گزشتہ مردم شماری میں جس کے اندر بتایا گیا ہے کہ چین کی آبادی پینتالیس (۴۵) کروڑ تک پہنچ چکی ہے مذہب کے متعلق تمام اعداد و شمار کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ اور چینی مسلمان اور ایسا ہی چینی عیسائی معمولی چینیوں ایسے نا قابل امتیاز ہیں کہ مختلف چینی اقوام کی طاقت کے اظہار کے لئے جو ایسی تعداد بھی کوئی شخص بتاتا ہے جو چینی حکام اور وہاں کے لوگوں کے نزدیک مسلم نہیں وہ محض اس کا اندازہ اور اٹکل پچو بات ہے۔ چینی مسلمان خود اپنی تعداد پانچ اور سات کروڑ کے درمیان بتاتے ہیں اور انگریز مشنری بالخصوص چائنا انلینڈ مشن ایک کروڑ یا ایک کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ تعداد نہیں بتاتے۔ مسٹر سلیمان کہتے ہیں کہ چین میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ لیکن بظاہر یہ اس عام اندازہ ہی کی صدائے بازگشت ہے جو بالخصوص ان مقامات کے چینی مسلمانوں نے لگایا ہے۔ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔

حال ہی میں صوبہ ہونان کے شہر یونگ کا ایک نوجوان مسلم لڑکا ہندوستان میں حصول علم کے لئے آیا۔ اس نے مولانا محمد علی مرحوم کی قایم کردہ جامعہ ملیہ دہلی سے ڈگری حاصل کی۔ اب وہ جامعہ ازہر میں تکمیل تعلیم کے لئے قاہرہ گیا ہے۔ مسٹر بدرالدین جو اس چینی نوجوان کا نام ہے۔ میرے ساتھ اس وقت سے خط و کتابت کرتا رہا ہے جب سے میں مشرق بعید سے واپس آیا ہوں۔ وہ نہایت اچھی اردو یا ہندوستانی زبان لکھتا ہے۔ میں نے چینی مسلمانوں کی تعداد کا سوال اس کے سامنے رکھا۔ اور اس نے ذیل کی تفصیلات مجھے دیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ چینی مسلمانوں کے لئے ایک کتاب اردو زبان میں لکھے گا۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ کتاب اب زیر طبع ہے۔ لیکن اس کی اشاعت تک ہمیں چینی مسلمانوں کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے لئے مسٹر بروم ہال کی کتاب پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ سوائے ان کی تعداد کے جس کو چائنا انلینڈ مشن کے سوا، اور کوئی صحیح طور پر بیان نہیں کرتا۔ جب میں نے مسٹر بدرالدین سے یہ پوچھا کہ جو تعداد اس نے بتائی ہے اس کی صحت کا کیا ثبوت ہے تو اس نے اعتراف کیا کہ یہ بھی ایک اندازہ ہے۔ لیکن اس نے اپنی گنتی کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی۔ پہلے تو اس ریکارڈ کو مد نظر رکھا ہے جو مجلس اشاعت اسلام چین نے تیار کئے ہیں۔ اس مجلس کا مرکز پیکنگ میں ہے۔ اور اس کے سرپرستوں میں بہت سے چینی مسلمان جنرل اور حکومت کے اعلیٰ افسر شامل ہیں۔ اس نے اپنے بہت سے مراسلہ

نگاروں سے جو چین کے طول و عرض میں پائے جاتے ہیں معلومات فراہم کرنی شروع کر دی ہیں ۔ یہ معلومات ابھی نامکمل ہیں ۔ سوائے شمالی صوبجات کے جہاں کی مسلمان آبادی کے اعداد و شمار نہایت احتیاط سے لکھ لئے گئے ہیں مگر اس سوسائٹی کا وعدہ ہے کہ اپنی مساعی کو ۱۹۳۰ء تک پایۂ تکمیل کو پہنچا دیگی اور اسے توقع ہے کہ یہ معاملہ زیادہ دیر تک ایک راز نہ بنا رہے گا ۔ ثانیاً مسٹر بدرالدین نے مساجد اور اسلامی اداروں کی تعداد کو گن لیا ہے ۔ جو چین میں بلحاظ آبادی اسی تناسب سے ہیں جس تناسب سے انگلستان میں پیرش چرچ ہیں ۔ ثالثاً اس کی اپنی معلومات ہیں جو اس نے کئی ایک ذرائع سے حاصل کی ہیں ۔ اور کم از کم اپنے صوبہ یونان کی اسلامی آبادی کے متعلق تو اسے پورا اعتماد ہے اور اس کی بنا پر بروم ہال اور دوسرے لوگوں کی معلومات کو وہ جھٹلا سکتا ہے ۔

مجلسی زندگی کے اعتبار سے چینی مسلمان ایک جم غفیر کا حکم رکھتے ہیں ۔ اگرچہ اپنے دوسرے ہموطنوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے ۔ ان کے درمیان کوئی فرقہ وارانہ خلیج حائل نہیں ۔ ان میں سے تیس فیصدی تجار ہیں ۔ پندرہ فیصدی سپاہی ۔ پانچ فیصدی سرکاری افسر ۔ چالیس فیصدی زراعت پیشہ ۔ اور دس فیصدی مزدور ہیں ۔ چین میں شاید ہی کوئی رجمنٹ ہو جس میں مسلمان سپاہیوں اور افسروں کا حصہ نہ ہو ۔ ایسے صوبہ میں بھی جہاں مسلم آبادی اقلیت میں ہے ۔ جیسے بطور مثال وانگ سی میں مسلمانوں کی اقلیت ہے ۔ فوج کا کمانڈر پا چنگ سی ایک مسلمان جنرل ہے ۔ اور ایسی زبردست طاقت رکھتا ہے کہ مرکزی حکومت کو بھی اس سے باز پرس کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی ۔ اپنے غیر مسلم ہموطنوں کے ساتھ ان کے تعلقات بہت اچھے ہیں ۔ کنفیوشس کے پیرو نمازوں اور دیگر مذہبی مراسم میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں ۔ سوائے اس مختصر زمانے کے جب مانچو کی حکومت تھی اور تباغض و تحاسد زوروں پر تھا ۔ اور ۱۹۲۶ء کے قریبی زمانہ میں بھی لونگ (کالنسو) کے علاقہ میں ڈاکوؤں اور وحشی چینی سرحدیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام ہو گیا تھا ۔ تاہم حکومت اپنے سلوک میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتی بلکہ بعض اوقات ان سے بہت مرغوب ہوتی ہے ۔ جیسے اس واقعہ سے واضح ہے کہ جب حکومت نے بعض مذہبی عمارات کو ضبط کرنا چاہا تو وہ صرف بدھ مذہب کے معبدوں کو ہی ہاتھ لگا سکی ۔ اور مسلمانوں کی مساجد کو چھیڑا تک نہیں گیا ۔ وہ اعداد و شمار جو میرے نوجوان چینی دوست نے فراہم کئے ہیں حسب ذیل ہیں :-

شمالی چین

۱ - کالنسو ۳۲۰۶۰۰۰

۲- شینسی	۳۲۰۰۰۰۰	مسلمان
۳- شانسی	۱۸۰۰۰۰۰	"
۴- چیہلی	۳۵۰۰۰۰۰	"
۵- شانٹنگ	۳۲۰۰۰۰۰	"
۶- کیانگسو	۳۰۰۰۰۰۰	"
۷- ہونان	۳۶۰۰۰۰۰	"
میزان	۲۰۵۰۹۰۰۰	"

جنوبی چین

۸- چیکیانگ	۱۳۰۰۰۰	"
۹- انہوی	۳۰۰۰۰۰	"
۱۰- ہانکو	۸۰۰۰۰	"
۱۱- فوکین	۲۰۰۰۰	"
۱۲- وانگ ٹنگ	۱۸۰۰۰۰	"
۱۳- وانگسی	۵۰۰۰۰	"
۱۴- کینا گسی	۴۳۰۰۰۰	"
۱۵- ہونان	۱۰۰۰۰۰	"
میزان	۸۹۰۰۰۰	"

مغربی چین

۱۶- یونانا	۴۶۹۰۰۰۰	"
۱۷- سیچوان	۲۵۰۰۰۰۰	"
۱۸- ہیکیانگ	۸۷۰۰۰۰	"
۱۹- چینگھائی	۳۶۳۰۰۰	"
میزان	۷۷۳۳۰۰۰	"

مانچوریا

۱- کیرین		۶۰۰۰۰۰	مسلمان
۲- لیو ننگ		۸۰۰۰۰۰	//
۳- خلیونگ		۶۲۰۰۰۰	//
۴- جیہول		۱۴۰۰۰۰۰	//
	میزان	۳۲۲۰۰۰۰	//

منگولیا

۱- سییان		۱۴۰۰۰۰۰	//
۲- چہار		۸۰۰۰۰۰	//
۳- ننگھیا		۸۰۰۰۰۰	//
۴- ارکا یا بیرونی منگولیا		۱۰۰۰۰۰۰	//
	میزان	۴۰۰۰۰۰۰	//
سینکیناک یا چینی ترکستان		۳۵۰۰۰۰۰	//
تبت		۸۰۰۰۰۰	//
	میزان کل	۳۶۴۲۳۰۰۰	//

ان اعداد و شمار میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ مثلاً تنگان یا وہ قبائل جو زنگاریا میں رہتے ہیں ان کا قطعاً ذکر تک نہیں کیا گیا۔ اگرچہ وہ خاصی تعداد میں ہیں۔ وہ اپنے اصل گھر سے نکل کر منتشر ہو گئے۔ اور انہوں نے چینی طرز بود و باش اور رسوم و رواج کو اختیار کر لیا۔ اور اس بارہ میں وہ چین کے مانچوؤں (یا یہودیوں اور ارمنیوں) سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ گویا وہ اپنے گھر میں اجنبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد تھوڑی نہیں۔ جنوبی چین کے مسلمانوں کے اعداد و شمار صرف اندازاً لکھے گئے ہیں۔ ہمارے دوست نے اپنے صوبہ کے سوا بردم ہال کے اعداد و شمار سے مدد لی ہے۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اس علاقہ کے مسلمان بہت اقلیت میں ہیں۔ مجموعی تعداد تیس یا چالیس لاکھ کے بین بین ہوگی۔ اس سے زیادہ نہیں۔ میں خود اس امر سے واقف ہوں کہ ہانگ کانگ کی برطانوی نوآبادی میں صرف دو مسجدیں

ہیں اور چینی مسلمان وہاں دو ہزار سے زیادہ نہیں جس میں وہ مخلوط النسل کے لوگ شامل نہیں جن کے باپ ہندوستانی ہیں اور مائیں چینی - اس طرح چینی مسلمانوں کی تعداد کا محتاط اندازہ چار کروڑ سے زیادہ نہیں -

مکتوبات ووکنگ

از پارک شاز -

بخدمت امام صاحب مسجد ووکنگ -

جناب من! میرا خیال ہے - آپ اس خط کو ایسا غیر معمولی خیال کرینگے جو شاید ہی کبھی آپ کو موصول ہوا ہو - تاہم میں جانتی ہوں کہ جب آپ اس خط کو پڑھیں گے تو میری وجوہ کو سمجھ جائیں گے -

گزشتہ سال میں ایک پبلک مارکیٹ میں ایک کتابوں کی دکان پر دو ایک افسانوں کی کتابیں خریدنے کے لئے ٹھہر گئی - وہاں میں نے دیکھا کہ دو نوجوان ایک کتاب پر ہنستے اور مخول اڑا رہے تھے - آپ میری حیرانی اور استعجاب کا خیال کیجئے جو مجھے اس وقت ہوئی جب میں نے ان میں سے ایک کو قرآن کریم کی آیات پڑھتے ہوئے سنا - میں کوئی مذہبی عورت نہیں لیکن میرا باپ مشرق میں رہ چکا ہے - اور اس کے ایک دوست الازہر میں تھے جو میرا خیال ہے کہ ایک کالج کا نام ہے - یا جو کچھ بھی اسے کہا جائے بہرحال میرے باپ کے پاس ایک قرآن اور ایک تسبیح تھی اور وہ اس کی بہت قدر کرتے تھے - مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے بتایا کہ مسلمان ان چیزوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں - اور جب اس کو چھونے بھی لگیں تو کس طرح وضو کرتے اور اپنے آپ کو پاک کر لیتے ہیں - اس لئے اپنے باپ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے میں نے ان سے التجا کی کہ قرآن کا نسخہ مجھے دیدیں - انہوں نے انکار کر دیا - میں دکاندار کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ مجھے وہ کتاب دیدے - اس نے فوراً قیمت دگنی کر دی - اس سے وہ نوجوان بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے اور میں دو شلنگ دے کر قرآن کی مالک بن گئی - صفائی کی بات یہ ہے کہ مجھے اس کی کوئی احتیاج نہ تھی - براہ نورڈ میں اسلام کے کوئی متبع مجھے نظر نہیں آتے - ورنہ میں اس وقت انہیں یہ کتاب دیدیتی - اس کے تھوڑی دیر بعد میں دل کی بیماری کی وجہ سے علیل ہو گئی اور مجھے اپنا کام ترک کرنا پڑا - اس کے بعد بے خوابی کا مرض لاحق ہو گیا - جس کی وجہ سے رات کے طویل گھنٹوں کو گزارنے کے لئے میں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا - پہلی مرتبہ

جب میں نے پڑھا تو مجھے مذہبی روشنی میں اس سے کچھ زیادہ دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ میرے اس بیان سے ممکن ہے آپ کو تکلیف ہو۔ لیکن خود اپنے اور آپ کے سامنے سچائی پر رہنے کے لئے میں یہ بہترین بات سمجھتی ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو واقعات کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دوں۔

تاریخی واقعات جو اس میں بیان کئے گئے ہیں دلچسپ تھے۔ اور بائبل کی وہ کہانیاں بھی جو میں نے بچپن میں سنی تھیں پہلے پہل میری دلچسپی کا موجب ہوئیں۔ کفار کی قسمت کے متعلق جو انتہائی بیانات ہیں ان سے میں محظوظ ہوئی۔ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے عورت کو جو دوسرے درجہ پر رکھا ہے وہ مجھے پسند نہ آیا طلاق کی آسانی میری نفرت کا موجب تھی۔ لیکن بعدازاں میں نے دیکھا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ مشرقی عورتیں ہم مغرب کی عورتوں سے بہت مختلف ہیں۔ ہم اپنے گھروں اور بچوں کے علاوہ تمام باتوں میں جو دنیا میں واقع ہوتی ہیں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔

بعدازاں میں نے بالاستیعاب اسے مطالعہ کیا۔ اور ہر ایک لفظ میں دلچسپی لینی شروع کی یہاں تک کہ میں نے اس کتاب اور اس کی تعلیمات کی صداقت کو دیکھ لیا۔ جہاں ہم عیسائی اس کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم سب خدا کے بچے، اس کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ یہ ایک ادبی اصطلاح ہے جس کے یہ معنی نہیں کہ خدا ہمارا حقیقی باپ ہے۔ یا تصور میں ایسا موجود ہے۔ لیکن چونکہ اس نے دنیا اور مافیہا کو پیدا کیا ہے اس لئے وہ ہم سب کا باپ ہے۔ جب اس نے مسیح کو دنیا میں بھیجا تو انہوں نے یہ ادبی اصطلاح استعمال کی "میرا باپ جو آسمان میں ہے"۔ اب یہ اس دنیا میں عیسائیوں کے لئے بہت بڑی غلطی کا موجب ہو گئی ہے۔ اور رومن کیتھولک تو اسے خدا کا بیٹا سمجھکر پوجتے ہیں۔ پروٹسٹنٹ اگرچہ کسی قدر نرم ہیں لیکن فی الحقیقت کام وہی کرتے ہیں۔ جیساکہ میں نے کہا میں کبھی مذہبی عورت نہ تھی۔ اور کسی خاص فرقہ یا مسیحیت کی شاخ یا کسی اور مذہب میں شامل ہونے کی تکلیف اپنے آپ کو کبھی نہیں دی۔ میں کس قدر اپنے دل کو اس بات پر شکریہ سے لبریز پاتی ہوں کہ جس مذہب پر میرا ایمان ہے وہ ایک اسلام ہی ہے۔ ایک ہی دعا جو میں جانتی ہوں وہ صبح کے وقت کی دعا ہے یعنی قرآن کریم کی پہلی سورت۔ میں جانتی ہوں کہ اور نمازیں بھی ہیں۔ ایک دوپہر کے وقت کی نماز ہے۔ ایک شام کی اور شب سے پہلی نماز رات کے وقت کی ہے۔ قرآن کریم نے مجھے سے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ نماز سے پہلے مجھے وضو کرنا چاہئے۔ میں ایسا کرتی ہوں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق ضرور خیرات کرنی چاہئے۔ میں ہمیشہ ایسا کرتی ہوں۔ میں نے کبھی خنزیر کا گوشت نہ لیا۔

نہ چھوا اور نہ کھایا ہے۔ اس لئے نہیں کہ یہاں کھایا نہیں جاتا۔ وہ تو ہر روز انگلستان میں استعمال ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ میرے باپ نے بچپن ہی میں مجھے سکھایا کہ وہ ناپاک ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھے سنایا کہ مسیح نے آدمیوں میں سے جن نکالے اور وہ سوروں کے گلے میں داخل ہو گئے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ والدین کے گھر بڑی ہو کر میں اس سے رک جاتی۔ ایک دن شادی سے تھوڑی دیر پہلے میں اپنے خاوند کے گھر گئی۔ ان کی کینیڈا میں ایک بہت بڑی فارم تھی جو ہماری فارم کے بالکل قریب تھی۔ مویشی اور گھوڑوں کو دیکھنے کے بعد ہم اس کے سوروں کو دیکھنے کے لئے گئے۔ اس کے پاس دس سور تھے۔ وہاں نہایت خطرناک بدبو تھی۔ اور جو خوراک وہ کھا رہے تھے اس میں عملاً لیٹ رہے تھے۔ اس سے میرے تمام وہ خیالات ختم ہو گئے جو سور کھانے کے متعلق میرے دل میں تھے۔ شراب میں نے پی ہے لیکن نہایت اعتدال کے ساتھ۔ جب سے میں قرآن پر ایمان لائی ہوں۔ میں نے کوئی شراب نہیں پی۔ صرف سچائی کو قائم رکھنے کے لئے میں کہتی ہوں کہ جب مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تو تھوڑی سی برانڈی اور پانی کا میں نے استعمال کیا۔ کیونکہ ڈاکٹر نے اس کا حکم دیا تھا۔ میں نے ایمانداری کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم پر لفظاً لفظاً عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

کسی بیرونی ذریعہ سے کوئی ایسی امداد مجھے نہیں ملی جس سے ایک سچے ایماندار کی طرز زندگی مجھے معلوم ہو جاتی۔ کیونکہ اس شہر میں کوئی ایسا آدمی مجھے معلوم نہیں جو اس سچے مذہب کو مانتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اے باپ میں آپ کی خدمت میں لکھ رہی ہوں کہ میں ایک فریادی کی حیثیت سے آئی ہوں۔ ایک ایسے شخص کی حیثیت میں جو سچائی اور روشنی کی تلاش میں ہو۔ میں جانتی ہوں کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے آنے اور اس کے ساتھ حفاظت مذہب۔ توحید الٰہی اور ایک ہی خداوند کی عظمت وجلال کی خاطر لڑنے سے پہلے بہت سی ایسی باتیں ہونگی جن کا جاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا میرے لئے ضروری ہے۔

میری خواہش ہے کہ دوسری نمازوں اور اُن کے صحیح اوقات سے بھی مجھے واقفیت حاصل ہو جائے۔ میں جانتی ہوں کہ صبح کے طلوع یا سورج کے انتہائی غروب کے وقت صبح اور شام کی نماز نہیں ہوتی بلکہ اس سے ذرا پہلے اور فوراً بعد ہوتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ازبر یاد ہیں۔ کیونکہ میں اپنے باپ کو بار بار دہراتے ہوئے انہیں سُن چکی ہوں۔ ۵۹ ویں صفت یہ ہے "اے زندگی بخشنے والے اے موت دینے والے۔ یاحی یاقیوم، اے سرچشمۂ معلومات، اے وہ جو تمام اعزاز کے لائق ہے اے وہ جو ایک ہی ہے"۔ میں اپنے باپ کے پاس تھی جب وہ مر رہا تھا۔ اس نے اپنی تسبیح کو توڑ دیا۔ اور کہا اللہ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کوئی طاقت اور قوت سوائے خدا کے نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ خدا ہی کے ہم ہیں اور ہم خدا کی طرف ہی جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ضرور اپنے دل میں پڑھ رہے ہوں گے۔ وہ آخری دعا سے پہلے نہایت سکون سے لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اٹھکر بیٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے ان کو پھر لٹا دیا۔ اور وہ فوت ہو گئے۔ میں نے ان کا قرآن اور تسبیح ان کے ساتھ دبا دی۔ کیونکہ ان سے انہیں بہت محبت تھی۔ سالہا سال تک مجھے افسوس اور رنج رہا۔ میرا خیال تھا کہ میرے باپ نے ایک غیر معلوم مشرقی مذہب پر ایسی سختی کے ساتھ عمل کرنے اور اس پر ایمان رکھنے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہونے کے حق کو زائل کر لیا ہے۔ میرے باپ! آپ دیکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتی تھی کہ میں غلطی پر ہوں۔ سکول اور کلیسا میں مجھے یہ تعلیم دی گئی تھی۔ کہ صرف مسیحیت ہی ایک سچا مذہب ہے۔ تمام دوسرے لوگ ملحد اور کافر ہیں۔ جب میں نے اپنے قرآن کو پڑھا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا باپ ان ہولناک عذابوں سے بچ گیا ہے جو غیر ایمانداروں کے لئے ہیں۔ اور کہ ہم قیامت کے دن ایک دوسرے سے ملیں گے۔ میرے باپ میں آپ سے نہایت پر زور استدعا کرتی ہوں کہ اس انجام تک پہنچنے کے لئے میری مدد کیجئے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ سے ایک سوال بھی پوچھنا چاہتی ہوں۔ قرآن کریم کا جو نسخہ میرے پاس ہے وہ ایک انگریزی ترجمہ ہے جو سیل کا کیا ہوا ہے۔ بعض مقامات پر جو تشریحات کی گئی ہیں وہ میرے خیال میں غلط ہیں۔ میرے خیال میں کئی جگہوں پر اس نے الفاظ کے معنوں کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ میں ان کو نہیں مانتی۔ اور نہ ہی آپ نے غلط مفہومات سے اس کتاب میں سے صداقت کو برباد کر سکتے ہیں۔ (کیا میں صحیح کہتی ہوں یا غلط؟)

اے میرے باپ! میں پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ آپ سے اس کوشش میں امداد کی طالب ہوں کہ میں ایک سچی ایماندار عورت بن جاؤں۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو اس ایک ہی سچے مذہب پر جو مجھے اسلام کے نام سے معلوم ہے جہانتک انگلستان میں ممکن ہے لفظاً لفظاً عمل کرنے سے مجھے باز رکھ سکے۔

آپکی مخلص:۔ ای۔اے۔ایم۔

از ۴۵ ہینو واسکوئر

براڈ فورڈ یارک شائر ۲۱ر جولائی ۱۹۳۵ء

بخدمت مولوی آفتاب الدین صاحب امام مسجد ووکنگ۔

جناب من اور میرے باپ!

میں آپ کے مشفقانہ اور فیاضانہ خط کی بہت ممنون ہوں۔ جو کل دوپہر کو مجھے موصول ہوا۔

آپ کو اجازت ہے کہ میرے خط کو جس طریق سے چاہیں استعمال کریں۔ میرے باپ کا ایک فوٹو ہے لیکن میرا اپنا کوئی نہیں۔ کل بازار سے سودا سلف لیتے ہوئے میں ایک فوٹوگرافر کے ہاں گئی۔ اور اس سے فوٹو اتروائے وہ ابھی اس حالت میں ہیں کہ ان کو درست اور مکمل کرنا باقی ہے۔ اور اس اثنا میں آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔ میری تصویر اگرچہ چنداں موجب کشش نہیں۔ تاہم فوٹو میرا ہی ہے۔ آپ نے میرے والد کی زندگی کے کچھ حالات معلوم کئے ہیں۔ وہ آج سے ۷۱ سال پہلے ڈیون میں پیدا ہوئے۔ جب وہ پانچ سال کی عمر کے تھے۔ ان کا باپ انہیں چین لے گیا۔ جہاں انہوں نے ایک خاص قسم کا کام شروع کیا ہوا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ کیا کام تھا۔

انہوں نے ایک ٹھیٹھ چینی گھر میں رہائش اختیار کی۔ اور ان کی ہی خوراک کھایا کرتے تھے۔ ان دنوں سوچو (Soochoo) میں بہت ہی تھوڑے سفید رنگ کے لوگ ہوتے تھے۔ میرے باپ کا بچپن کا زمانہ بہت خوشگوار تھا۔ اور وہ اکثر وہاں کے لوگوں کی زندگیوں کا حال مجھے سنایا کرتے تھے۔ وہ اس ملک کو خوبصورت بھی بتاتے تھے۔ جب وہ جوان ہوئے تو سول سروس میں ہندوستان چلے گئے۔ وہیں انہوں نے میری ماں سے شادی کی۔ اور خاندان کے بڑے آدمیوں نے وہیں پرورش پائی۔ کیونکہ جب ان کی ملازمت کی میعاد ختم ہوگئی تو انہوں نے چائے کی کاشت کی کوشش کی۔ ہندوستان ان دنوں آج کی طرح نہ تھا۔ اور چونکہ خاندان بڑھتا چلا جارہا تھا۔ اس لئے وہ انگلستان چلے آئے۔ ہم ایک چھوٹے سے ساحلی گاؤں میں رہنے کے لئے چلے گئے۔ جس کا نام ریڈکار (Redcar) ہے وہیں میں پیدا ہوئی۔ جب خاندان کا آخری بچہ پیدا ہوا تو میرے باپ نے خیال کیا کہ اسے کینیڈا میں جاکر کاشت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہاں ان کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں رہتی تھیں۔ وہ وہاں صرف دو سال رہے۔ نیو یارک میں بعض جنٹلمین انہیں ملے۔ جو مصر میں وہاں کے بادشاہوں کی قبروں میں کام کرنے کے لئے جارہے تھے۔ فارم بک چکی تھی اور میرے بھائی سب اِدھر اُدھر مختلف جگہوں پر چلے گئے تھے۔ ایک تو اینگلو امریکن آئل کمپنی میں ملازم ہوگیا تھا۔ دوسرا آرتھر ویسٹ مونٹنڈ پولیس میں چلا گیا تھا۔ تیسرا ٹیڈی (Teddy) مونٹانیا میں مویشی بڑھانے کے فن کو مطالعہ کرنے میں مصروف تھا۔ لیو (Leo) ایک فرنچ کینیڈین کے ساتھ چلا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ سونے یا اور کسی قسم کی دھاتوں کے نکالنے کا کام کر رہے تھے۔

میری شادی ایک لڑکے سے ہوگئی تھی۔ جو قریب ہی رہتا تھا۔ میری عمر اٹھارہ ۱۸ برس تھی اور اس کی بیس ۲۰ سال۔ میری پیاری بہن اس سے پہلے ہی گھر سے فرار ہوکر سٹیج پر چلی گئی تھی۔ اب اس کی شادی ہوگئی اور وہ نیویارک میں رہتی ہے۔ میری چھوٹی بہن جس کی عمر ۱۲ سال تھی جہاز پر سردی سے بیمار ہوگئی۔ اور گھر پہنچ کر فوت ہوگئی۔ دو چھوٹے بچے اپنے گھر ماں کے پاس چلے گئے۔ باپ چار پانچ ماہ تک مصر میں رہے۔ اس کے بعد گورنمنٹ نے بلالیا۔ چنانچہ وہ انگلستان آئے اور کسی سرکاری کام پر انہیں بھیجدیا گیا۔ دوبارہ وہ جنگ عظیم کے اعلان سے ایک دن پہلے انگلستان پہنچے۔ اس کے بعد دُنیا کے تمام حصّوں سے میرے بھائی جنگ میں جانے کے لئے جمع ہوگئے۔ میرا خاوند بھی جنگ میں گیا۔ میرے بچہ کی عمر چار ماہ تھی۔ چھ ماہ میں ہمارے خاندان کے دو افراد ہلاک ہوگئے۔ سب سے بڑا جان ایک جہاز ابوکیر (Aboukir) کے ساتھ ہی ڈوب گیا غریب ٹیڈی جو انیس سال کی عمر میں تھا اور اس کے سنہری بال تھے اسے کسی نے کمین گاہ سے گولی ماردی۔ وہی اس کا پہلی صف میں آنے کا پہلا دن تھا۔ یہ اور جوزف اکٹھے بلجیم میں دفن ہوئے۔ میرا خاوند پیرس میں دفن ہے۔ اس کے بعد یہ ۱۸ سالہ بھائی بحری فوج میں شامل ہوگیا اور مئی ۱۹۱۶ء میں وہ بھی ڈوب گیا اس کے بعد سب سے چھوٹا اور ایک ہی لڑکا جیمس باقی رہ گیا۔ جو صنعت سیکھنے کے لئے فسگارڈ میں داخل ہوگیا۔ ان صدمات نے میری ماں کو ہلاک کردیا۔ جس کا فوٹو میں آپ کو بھیجتی ہوں۔ اب میرا باپ انگلستان میں اکیلا تھا۔ اور میں بیس سالہ بیوہ کینیڈا میں تھی۔ میں نے اپنا مکان وہاں بیچدیا اور اس کے پاس چلی آئی۔

اسے اپنے بچوں کا کتنا غم تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ دنیا کے گناہوں کا نتیجہ ہے کہ یہ جنگ برپا ہوئی نومبر ۱۹۱۶ء میں وہ فوت ہوگیا۔ میں نے اپنا مکان بیچ دیا۔ اپنے بچہ کو پرورش کے لئے ایک اچھی دایہ کے سپرد کیا۔ اور خود فرانس چلی گئی۔ میں اس سے پہلے دو سال تک ہسپتال کا کام کرچکی تھی۔ اس لئے مجھے بڑے شوق سے وہاں ہسپتال میں لے لیا گیا۔ وہاں اس دلدوز منظر کے اندر میں کام کرتی رہی۔ جو ہولناک نظارے میں نے وہاں دیکھے انہیں میں کسی سے بیان نہیں کرسکتی۔ یہ وہ وقت تھا جب میں نے کہا کہ خدا کوئی نہیں ہوسکتا جو ان غریب بے گناہ زندگیوں کی تباہی کی اجازت دے۔ زخمی۔ لولے۔ اندھے گیس کے جلے ہوئے۔ اور کئی ایک جو پاگل ہوگئے تھے وہاں آرہے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میری روح وہاں تمام اقوام کے بہادروں کے ساتھ جو وہاں دفن تھے مرگئی۔

جب تک میں نے قرآن کریم کو نہیں پڑھا اور دوبارہ سہ بارہ نہیں پڑھا۔ اس وقت تک وہ روح واپس نہیں آئی۔ کون اس کا چارہ کرسکتا تھا؟ قرآن کریم کے الفاظ سے میں نے ذہنی اور روحانی دونوں طریق سے میں نے دوبارہ زندگی حاصل کی۔ کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول اور آپ کی اعلیٰ تعلیمات بہت دوررس اور جامع ہیں۔ اپنی سادہ اور ایک ہی خدا کی عبادت میں آپ نے مذہب کو بوجھ نہیں رہنے دیا۔ بلکہ خوشی کا کام بنادیا ہے۔ یہ مذہب بہت ہی پرسکون اور دلی اطمینان کا موجب ہے۔ مسیحیوں میں ہمیشہ میں غیر مطمئن رہی اور میرے دل میں سوالات ہی پیدا ہوتے رہے۔

پس نہیں جانتی کہ کس طرح اس مہربانی اور حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے میری کی ہے یہی میں کہہ سکتی ہوں کہ آپ کا شکریہ" میں اس مذہب کے لئے جسکو میں نے قبول کیا ہے۔ اپنے آپ کو فخر کا موجب ثابت کرنے کی کوشش کروں گی۔ اور اس مذہب کو اپنی قابلیت کے مطابق کمال تک پہنچانے میں آپ کی مدد و معاون رہوں گی۔

کتابیں مجھے پہنچ گئیں۔ انھی کتابوں کی مجھے ضرورت تھی۔ آج اتوار ہے۔ اور ڈاک خانہ بند ہے لیکن میں اگلی ڈاک میں ان کی قیمت کے معاوضہ میں پوسٹل آرڈر بھیجوں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اس کام کا اجر عطا کرے جو آپ نے میرے لئے کیا ہے۔

میں ہوں آپ کی مخلص :- ایلی مچل

تحریک اتحاد اسلامی

مسلمانو! خانہ جنگی ترک کردو!!

قرآن شریف میں بار بار ایسی قوموں کا ذکر آیا ہے جو آپس کی نااتفاقی اور اغراض پرستی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئی تھیں۔ یہ اس لئے ہے تاکہ مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوں۔

مگر آج ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان خانہ جنگی اور اغراض پرستی میں مبتلا ہیں اور اسی باعث ان پر تباہی و بربادی کے بادل امنڈ امنڈ کر آ رہے ہیں۔ اگر مسلمان اس تباہی سے بچنا چاہتے ہیں تو ان کو خانہ جنگی کو ترک کردینا چاہیئے۔ (خادم کشفی شاہ)

اسلام میں تعدّد ازدواج

(جناب بشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا، لکھنؤ)

ڈاکٹر کرجی کی اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت پر مجھے اس قدر تعجب نہیں ہوا جس قدر اسلام کی گزشتہ اور موجودہ تاریخ سے ناواقفیت پر۔ جبکہ چند روز ہوئے لکھنؤ میں اچھوت اقوام کے متعلق ایک لکچر میں انہوں نے اچھوتوں کو یہ کہکر اسلام سے باز رکھنے کی کوشش کی کہ مذہب اسلام تعدد ازدواج کا حامی ہے۔ انہوں نے بلادلیل یہ بات فرض کرلی کہ اگر اچھوت اسلام قبول کرلیں گے تو بہ حیثیت جماعت وہ لوگ تعدد ازدواج پر عامل ہوجائیں گے۔ اور اس طرح انہیں اور ہندوستان، دونوں کو اقتصادی طور پر نقصان عظیم پہنچ جائیگا

جہانتک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے۔ قرآن نے تعدد ازدواج کی صرف اجازت دی ہے۔ اس کی حمایت نہیں کی ہے بلکہ صاف طور پر اس فعل کو ناپسند کیا ہے۔ کیونکہ تعدد ازدواج کے لئے جو شرط عائد کی گئی ہے وہ (۴: ۳۳) پوری ہونی مشکل ہے اور اس صورت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۴: ۳) واضح ہو کہ اسلام کے تمام معاشرتی قوانین میں لچک پائی جاتی ہے۔ اور جبکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام قوموں اور تمام زمانوں اور تمام ممالک، اور انسانی ترقی کی تمام منزلوں کے لئے کافی ہے۔ تو ایسا ہونا بھی لازمی تھا۔

مصلح اخلاق ہونے کی حیثیت سے عالمگیر پیغمبر اسلام کے لئے ضروری تھا کہ آپ انسانوں کی ان عادات کو بھی مدنظر رکھتے جنکی بنا پر وہ عورتوں کے ساتھ ظالمانہ اور غیر ذمہ دارانہ طور پر سلوک کرتا ہے جس کا نتیجہ غیر شادی شدہ ماؤں کی شکل میں آج مغربی ممالک میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ جہاں ناجائز طور پر بچے پیدا ہوتے ہیں اور قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگا دیتے ہیں۔ پس عورتوں کی عصمت کی حفاظت کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت دینی ضروری امر تھا۔ لیکن دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے تعدد ازدواج کو محدود کیا اور وحدت ازدواج کا صریحی حکم نافذ کیا۔ خود یورپ کے علما معترف ہیں کہ اسلام میں چار فیصدی سے زیادہ لوگ ایک سے زیادہ شادیاں نہیں کرتے۔ اس کے مقابلہ میں ہندو مذہب، تعدد ازدواج پر کوئی قید عائد نہیں کرتا۔ خود مجھے کئی واقعات ایسے معلوم ہیں کہ ایک شخص نے دو سگی بہنوں سے شادی

کریں۔ اور غالباً ڈاکٹر مکرجی ہنود کی تاریخ سے تو ضرور ہی واقف ہوں گے اور اس لئے وہ جانتے ہوں گے کہ ایک مشہور ہندو عورت جو تاریخ میں نمایاں درجہ رکھتی ہے بیک وقت پانچ بھائیوں کی بیوی تھی۔ مجھے دیہات کی زندگی کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔ اور میں ڈاکٹر صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ثابت کریں کہ مسلم عوام، ہندو عوام سے زیادہ تعدد ازدواج پر عامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں بحیثیت جماعت اس مسئلہ پر عمل نہیں کر سکتے۔ جہاں تک اچھوتوں کا سوال ہے۔ میں ڈاکٹر مکرجی سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا "کرم" کا فلسفہ ہندو مذہب کا بنیادی اصول نہیں ہے؟ اور ہندو مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ ادنیٰ ذاتوں کی پست حالت ان کے سابقہ اعمال کا نتیجہ ہے جو پچھلے جنم میں سرزد ہوئے تھے۔ اور ان کو روحانی طور پر بلند کرنا ناممکن ہے۔ خواہ وہ معاشرتی طور پر قدرے بہتر ہی کیوں نہ ہو جائیں یا تعلیمی یا سیاسی طور پر ان کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ان کے موجودہ اعمال حسنہ کا نتیجہ آئندہ زندگی میں مرتب ہوگا۔

مسلمانو! خدا نااتفاقی کو پسند نہیں کرتا

آؤ

آپس میں بھائی بھائی بنجاؤ

اپنے تمام تفرقے مٹا ڈالو۔ اپنے ذاتی اختلافات ہوں یا ذاتی جھگڑے ان کو ترک کر دو۔ تمہارا خدا ایک وحدہٗ لاشریک ہے تمہارا رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تم کو سبق ایک قرآن مجید کا دیا گیا ہے۔ تمہارا کعبہ ایک بیت اللہ شریف ہے۔ آؤ تم بھی ایک ہو جاؤ۔ تاکہ نااتفاقی جو تم کو بزدل بنا رہی ہے تم سے دور ہو جائے۔

(خادم کشفی شاہ)

مسلمانو! متحد ہو جاؤ!!

اور

اپنے تفرقے مٹا ڈالو!

ورنہ یہ پھوٹ یہ نااتفاقی تم کو بزدل بنا دے گی۔ اور تمہاری طاقت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ کیا نااتفاقی کے باعث ایسا نہیں ہو رہا؟ کیا مسلمانوں کو نااتفاقی نے تباہ و برباد نہیں کیا۔ کیا اسی نااتفاقی اور اختلافات نے مسلمانوں کو ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ پھر اے مسلمانو! کب تک نااتفاقی کی زندگی بسر کرتے رہو گے۔ کب تک اسی آگ سے کھیلتے رہو گے؟ اپنے تفرقے مٹا دو اور متحد ہو جاؤ۔

(خادم کشفی شاہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمرانی مصلح اعظم

(از جناب مولوی عبدالکریم صاحب)

میخواری

قبل از اسلام قبائل عرب منشیات کا بے محابا استعمال کیا کرتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل حکم الٰہی کی تاثیر سے ایک نہایت قلیل مدت میں ان کے دامن کو اس ہولناک گناہ کی آلودگی سے پاک صاف کر دیا۔

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! میخواری - قمار بازی - غلاظت ہے - طاغوتی فعل ہے - لہذا اس سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح و بہبود حاصل کرو۔

خم وقدح و ساغر کو بے رحمی سے چور چور کر دیا گیا - مدینہ منورہ کی گلی گلی میں شراب کی ندیاں بہ گئیں۔ اس وقت سے اس چہاردہ صد سالہ مدت کے دوران میں اخوت اسلامی کے زہد و تقوے کی مثال سے ایک عالم انگشت بدنداں ہے - کیا تاریخ اس قدر سہل الوقوع - سریع العمل اور پائدار انقلاب کی دیگر نظیر پیش کر سکتی ہے؟

مسیحی ممالک میں میخواری کی لعنت مدت الایام سے چلی آتی ہے - انجیل میں اس کی تقدیس کی گئی ہے عشائے ربانی میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے - مغرب میں اس کے خوفناک اثرات نے بعض مفکر رہنماؤں کو قدرتاً خبردار کر دیا ہے - لہذا انہوں نے اس کے سدباب کے لئے ترک شراب کی مہم شروع کی ہے مگر ان کو اس کا استیصال دشوار نہیں بلکہ قریب قریب ناممکن نظر آتا ہے مسیحی امریکہ سے شراب نوشی کی لعنت دور کرنے کے لئے زر کثیر خرچ کرنے کے بعد بھی قانونی و نیز انتظامی تدابیر کامیاب نہ ہوسکیں۔

حفظان صحت

اولین مذہب جس نے جسم و روح کو اجزائے لاینفک قرار دیا ہے اسلام ہے - بروئے اسلام جملہ اخلاقی و روحانی ارتقا کا انحصار حفظان صحت پر ہے - ایک مسلم کی نگاہ میں للہیت کے بعد صفائی جزو ایمان

کا درجہ رکھتی ہے۔ عبادت الٰہی کے لئے صفائی شرط اولیٰ ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے حضور جسمانی و روحانی ہر دو حیثیت سے پاک صاف ہو کر جانا چاہیئے۔ حسب ضرورت غسل کے علاوہ قبل از نماز پنجوقتہ وضو بدیں وجہ لازم قرار دیا گیا ہے تاکہ اس صورت سے جسم کے وہ حصے صاف رہیں جو روزانہ تگ و دو میں غبار آلود ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر اسلام صلعم صفائی کے معاملات میں نہایت سخت تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی مجلس میں پریشان مو یا بے غسل داخل ہوتا تھا تو آپ خشمگیں ہو جاتے تھے۔ آپ نے صفائی دنداں کے متعلق بھی زور دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنی امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز سے قبل اسے فرض قرار دیدیتا۔ ارشاد نبوی کی حقیقت کا راز آج سیزدہ صد سالہ مدت کے بعد آشکارا ہوتا ہے۔ امریکن جو عنقریب محروم الدندان ہو جائیں گے اور نیز دیگر مہذب اقوام نے انجام کار اس حقیقت نفس الامری کو تسلیم کر لیا ہے کہ صحت صحیحہ بحدے اوفر صفائی دندان پر منحصر ہے۔ اور یہ کہ متعدد بیماریوں کی اصل دانتوں کی غلاظت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ماسخورہ۔ تعفنت الاسنان اور دیگر امراض دندان محض غلاظت سے پیدا ہوتے ہیں صحت انسانی کے لئے ان امراض سے زیادہ مضر اور کوئی عارضہ نہیں۔ ایک افسر اعلیٰ نے جو ایک کافی مدت سے بیمار تھے خیال کیا کہ میں ضرور کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوں۔ لیکن جب آپ نے رخصت کے لئے درخواست دی اور طبی معائنہ کے لئے پیش ہوئے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کیونکہ ان سے کہا گیا کہ آپ بیمار نہیں ہیں آپ کو محض اس وجہ سے تکلیف ہے کہ آپ نے دانتوں کی احتیاط نہیں کی۔ ایک اور افسر جو میرے دوست تھے ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ آج کل صفائی دندان اور دندان سازی کی طرف توجہ مبذول کی جارہی ہے۔ اس سے اس حکم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ جو صفائی دندان کے لئے نافذ کیا گیا تھا۔

ازیں قبیل حفظان صحت کے متعلق دیگر احکامات تہی از مصلحت نہیں۔ مثلاً ریش داری۔ بروت تراشی میں بھی حکمت ہے۔ نظام قدرت میں کوئی شے فضول یا لایعنی نہیں۔ ریش سے چہرہ و گلو کی حفاظت مقصود ہے۔ بروت منخرین کی پشت پناہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر آرتھر میکڈانلڈ آف واشنگٹن نے ریش و بروت تراشی کی رسم متداولہ پر بحث کرتے ہوئے (PHILADIPHIA) کی طبی دنیا میں تحریر کیا ہے۔ اگر مو تراشی مقصود ہے۔ تو گلہری اور گنجشک کے پر و بال کیوں نہیں تراش دیئے جاتے۔ بروت قدرتی آلہ مفرح النفس ہے۔ بال جو فک اسفل۔ فک اعلیٰ اور نیز حلقوم پر پردہ کئے ہوئے ہیں۔ خصوصاً حلقوم اور فقرۃ الفقار ایسے لطیف عضلات کے محافظ ہوتے ہیں۔ بروت میں کھری کی رطوبت اور حمیت کے انجذاب کی قابلیت ہوتی ہے۔ ریش

سینہ سے برآمدہ نفس حارہ سے حرارت حاصل کرتی ہے۔ اور مابعد درآمدہ باد سرد میں منتقل کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص وجع الاسنان، سقوط اللہاۃ۔ سعال۔ زکام۔ احتراق۔ استسقا اور دیگر جملہ عوارض سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ریش بہترین چارۂ کار ہے۔ تغیر پذیر آب و ہوا میں ریش حرارت و برودت میں تعدیل کرتی ہے۔ ریش تراشی سے انسان تغیرات موسم سے بہت جلد اثر پذیر ہوتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے۔ سرد مقامات میں ریش نہایت کارآمد ہے۔ خصوصاً تحفظاً نہ نقطۂ نگاہ سے۔ وسط گرما میں بھی اس کے فقدان سے بحت الصوت کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ ہوا جوف انف یعنی ناک میں داخل ہونے سے پیشتر قریباً چہار دہ صد مختلف الاقسام اجزا کی حامل ہوتی ہے۔ بیرونی کلاں دروازے یعنی ریش و بروت جو ابتدا ہی میں غبار آلود اجزاء کو دور کر دیتے۔ نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلعم نے نظریہ جراثیم گویا پیشتر ہی قایم کر دیا تھا۔ ہیئت طبی کو اولیت کا شرف حاصل نہیں غالباً مسلمانوں کو بروت کا بدیں وجہ حکم دیا گیا تھا تاکہ منخرین کے ذریعہ جراثیم جسم میں نہ داخل ہو سکیں بروت کی مختصر تراش کے لئے اس لئے حکم دیا تاکہ بوقت آب نوشی غرق آب نہ ہو جائے اور جراثیم آسانی سے معدہ میں داخل نہ ہو سکیں۔

بے ریش و بروت اصحاب کو ازیں قبیل خطرات لاحق ہیں۔ تاہم افسوس ہے کہ ریش و بروت کی صفائی کا داعیہ نہ صرف غیر مسلموں میں بلکہ مسلمانوں میں بھی یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے۔ حالانکہ اسلام کی روایات قدیمہ رسم و رواج اور مذہبی مواعیظ اس کے منافی ہیں۔ کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ ڈاکٹر میکڈانلڈ کی تحریر سے ان کے دماغ میں خیال کی رو پیدا ہو۔

رسم ختنہ کے متعلق جو احکامات نبوی ہیں وہ بھی ایک خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں ختنہ کے عنوان پر ڈاکٹر اکز نرایم ڈی نے اپنی تصنیف (Rational sex life for man) میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس قابل تحریر ہے۔

"متواتر احتلام کا اصل سبب فم قضیب کا خول ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر فاسد رقیق مواد جمع ہوتا رہتا ہے۔ جسمانی حالت اس کے اندفاع سے قاصر ہے۔ یہ رقیق مادہ نائزہ کے لطیف اجزا میں احتراق پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے صحت التناسلی زبوں ہو جاتی ہے۔ دریں حالات ختنہ منفعت رساں ثابت ہوتی ہے۔ حفظان صحت اور نیز دیگر اہم اسباب کی بنا پر عہد طفولیت میں ختنہ انسب ہے۔"

یورپ میں حفظان صحت کے بانی مبانی مسلمان ہی تھے۔ سر تھامس اولیور ایک مشہور و معروف پزشک نے سچ تحریر کیا ہے۔ "موسمی حالات کی رعایات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مہذب ترین اقوام وہ ہیں جو زیادہ غسل کرتی ہیں" نظریہ ہذا مسیحی اساقفہ کے نظاری کے منافی ہے "Order of the..." کے تحت میں سینٹ برناڈو رقمطراز ہے کہ فوجی افسران کو شاذونادر غسل کرنا چاہیئے۔ بالوں کی ہرگز آرائش نہیں کرنی چاہیئے۔

ڈاکٹر ولیم ڈریپر رقمطراز ہے "معتدبہ ذاتی مفاد کے لئے ہم سراسانیوں کے شرمندۂ احسان ہیں مذہبی پاکبازی کے خیال سے باشندگان یورپ کی طرز پوشش ان کے قطعاً پسند خاطر نہ تھی۔ کیونکہ اہل یورپ لباس تبدیل نہیں کرتے تھے۔ حتٰے کہ از خود کرم خوردگی یا فرسودگی کے باعث ریزہ ریزہ اور ان کے جسم سے علیحدہ ہوجاتا تھا۔ سراسانیوں نے ہمیں تبدیلی لباس کی تعلیم دی۔ وہ کتان اور روئی کے زیرجاموں کی اکثر شست وشو کیا کرتے تھے۔"

گستاو ڈکرک کا بیان ہے کہ "چونکہ مسلمان گرم آب و ہوا سے آئے تھے ان کو عموماً غسل اور صفائی کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ مسیحیان یورپ کی عادات اس قدر صفائی کی جانب میلان نہیں رکھتی تھیں۔ انجام کار انہوں نے مسلمانوں کی عادات اختیار کرلیں اور کثرت سے غسل کے عادی ہوگئے" لہٰذا موجودہ اہل مغرب کا میلان پاکبازی مطلقاً ہسپانوی سراسانیوں کا مرہون منت ہے۔ (حفظان صحت کے بعض اہم اصول تاحال مسیحیوں نے نظرانداز کئے ہوئے ہیں۔ مدیر)

منظم خیرات اور سرمایہ داری

اسلامی مذہبی احکامات میں زکوٰۃ یا خیرات بھی شامل ہے۔ مذاہب دیگرہ نے بھی خیرات کا حکم صادر کیا ہے لیکن ان میں سے کسی مذہب نے اس کی تشریح نہیں کی۔ نہ انجیل اور نہ کسی دیگر الہامی کتاب میں اس کا صریح بیان ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے کہ ہر مسلمان کو سالانہ اپنی مقبوضات کا ڈھائی فیصدی حصہ خواہ نقدیہ ہو خواہ از قسم زیور محتاجوں کو بطور زکوٰۃ نذر کرنا چاہیئے۔ وہ محتاج جن کی کوئی وجہ معاش نہ ہو۔ وہ مقروض جو ادائیگی قرضہ کے ناقابل ہیں۔ وہ غلام جو آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ مسافر اور اجنبی جن کے پاس زاد راہ نہیں۔ زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ ہر ایک بزرگ خاندان کو اختتام رمضان یعنی عیدالفطر کے موقع پر فطرہ کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ جو خود اس کی ذات خاص اور متوسلین کی طرف سے خیرات

تسلیم کی جاتی ہے۔

اسلام سرمایہ داری کا حامی نہیں - انفرادی زراندوزی کو مانع ہے - دنیاوی حالات کی تعدیل میں اسلام نے کافی حصہ لیا ہے۔ احکامات زکوٰۃ وفطرہ کے علاوہ تقسیم زر کے نیز دیگر مساویانہ ذرائع اختیار کئے گئے اسلام میں قانون وراثت اولاً بعد اخری نہیں - اسلامی قانون وراثت کی رو سے متوفی کی جائداد - اس کی بیوہ فرزندوں اور دختروں میں علے التناسب تقسیم کی جاتی ہے - فرزندوں کو دختروں سے دُگنا حصہ دیا جاتا ہے - عمر یا اولیت کے لحاظ سے کسی خاص رکن کو ترجیح نہیں دیجاتی -

اسلام میں ربا یا منوع ہے - مقروض پر محض اصل زر کی بازدہی واجب ہے - کسی کی ذاتی حاجتمندی سے استفادہ سخت ممنوع قرار دیا گیا ہے - چنانچہ جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے - جس نے سرمایہ داری کے عیوب کی تقلیل کے ذرائع اختیار کئے -

پیغمبر اسلام صلعم نے اپنے متبعین کو ذاتی مثال - موعظت - تو قیر عمل سے متاثر کیا - جب مدینہ منورہ میں ایک مسجد کی تعمیر شروع تھی - آپ نے ایک جفاکش معمولی مزدور کی طرح کام کیا - سر مبارک پر اینٹوں کا بوجھ لادا - ایک دفعہ ایک معزز شخص نے جو تلاش روزگار سے عاجز آچکا تھا آپ سے دریافت کیا کہ میں اپنے خاندان کی شکم پروری کے لئے کیا ذریعہ اختیار کروں - آپ نے فرمایا کہ تیشہ لو اور قریبی جنگل سے ہیزم سوختنی فراہم کرو اور فروخت کرو - چنانچہ مسلمان کو کسی نیک کام سے خواہ وہ جماعت کی نظر میں ذلیل ہی کیوں نہ ہو پرہیز نہیں کرنا چاہئے - جب کوئی گدا آپ کے دروازے پر آتا اور آپ کے پاس اس وقت نقدی یا از قسم طعام نہ ہوتا - آپ اس سے فرماتے کہ ذرا انتظار کرو - اس اثنا میں آپ کسی اور خوشحال ہمسایہ کے پاس جاتے (اکثر یہودی یا نصرانی ہوتے تھے)، اور محنت مزدوری کرتے - محنت سے فارغ ہو کر گھر آتے - مزدوری کو اپنے اہل وعیال اور دریوزہ گر کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیتے -

پابندی وقت اور انضباط

بے اعتدال اور مے نوش اہل عرب کو نہ وقت کی قدر ومنزلت کا خیال تھا - اور نہ منظم جماعت کے لئے انضباط کو ضروری خیال کرتے تھے - پیغمبر اسلام صلعم کو ابتدا ہی سے اس امر کا احساس ہو گیا تھا - کہ عربوں کی تنظیم اس صورت میں ممکن ہو سکتی ہے جبکہ وہ ایک ضابطہ کے ماتحت ہوں - اشاعت اسلام میں آپ نے پابندی اوقات اور انضباط کے متعلق احکامات نہیں شامل کئے تھے - آپ نے مذہبی

فرائض کی سرانجام دہی کے لئے اوقات مقرر کئے۔ خصوصاً پنجوقتہ نماز کے لئے۔ اس کا مقصد صرف مسلمانوں کو پابندی اوقات سے باخبر کرنا تھا۔ یہ نہیں کہ چند لمحات ماقبل یا مابعد اگر نماز ادا کی جائے تو حق تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔ بلکہ خاص اوقات کی قید سے مراد یہ تھی کہ مسلمانوں کو پابندی وقت کا پنجوقتہ احساس ہو اور وہ ہر کام میں اس کا لحاظ رکھیں۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان حکم الٰہی کی حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں۔ آج مسلمانوں کی ناپندی وقت ایک ضرب المثل بن گئی ہے۔

پیغمبر اسلام صلعم نے انضباط کی اہمیت پر کافی زور دیا۔ اور فرمایا کہ صلح اور جنگ میں بلکہ جملہ معاملات میں یہ نہایت مقدم ہے۔ نماز باجماعت میں اس کا عملی گو غیر محسوس مظاہرہ ہوتا ہے۔ نظام و انضباط کا رنگ ہر صف میں جھلکتا نظر آتا ہے۔ رہنما (امام) کے احکام کی متابعت کس قدر عجلت سے کی جاتی ہے آپ نے اپنی امت کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کی فرمانبرداری کریں جسکو رہنما یا امام کی حیثیت سے منتخب کیا جائے ایک اعلیٰ نژاد یورپین نے جب ایک ایسی جماعت کا امام کی اقتداء میں قیام وقعود۔ رکوع وسجود کرتے نظارہ کیا۔ بے ساختہ کہا کہ میں نے ایسا حیرت انگیز منظر کسی ملک میں نہیں دیکھا۔

کتخدائی

رہبانیت جسکی مسیحی کلیسا حامی ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے بجائے برکت کے لعنت ثابت ہوئی۔ ازدواجی زندگی کی برکات سے متاثر ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ شادی انسانی بہبود کے لئے مقدمات سے ہے۔ چنانچہ آپؐ نے زناشوئی اور عیالداری کو جماعتی تنظیم کی بنیاد قرار دیا۔ ترک دنیا کی مزاحمت کی۔ پرورش اہل وعیال اور تربیت اطفال انسانی فرائض میں داخل کئے گئے۔ فرزندی کی اطاعت گزاری۔ شوہر کی فرض شناسی۔ والدین کی شفقت محاسن شمار کئے گئے۔ نیکوکارانہ دنیاوی زندگی اور خدمت خلق انسان کا اولین فرض قرار دیا گیا۔ یعنی عبادت خداوندی کے بعد۔ چنانچہ اسلام نے اس طرح دنیاوی زندگی کے ہر پہلو کی تقدیس کی اور یہ امر اس کی امتیازی خصوصیات پر دال ہے۔

یہ امور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع کردہ چند عمرانی اصلاحات ہیں۔ ان کے عالمگیر مفاد پر مزید خامہ فرسائی بے سود ہے۔ اسلام نے انسانی مساوات۔ مرتبہ نسواں۔ آزادی غلامان۔ انسداد میخواری و حرامکاری۔ حمایت خیرات ممانعت ربا۔ ناداروں کی محنت سے استفادہ کی مذمت۔ توقیر عمل۔ انضباط و پابندی وقت۔ شادی کی فضیلت اور تجرد کی تردید ایسے کارنامے پیش کئے۔ اگر یہ اصلاحات جو اسلام کی بدولت عمل میں آئیں نہ ہوتیں۔ انسانی

ترقی کا خواب بھی نظر نہ آتا۔ نسل انسانی کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ اس لئے تمام عالم کے سر پر رسول کریم صلعم کے احسانات کا ایک بار عظیم ہے۔ آپ کو صحیح معنے میں عمرانی مصلح اعظم کے لقب سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

قربانی کی سالانہ تقریب

اس کا حقیقی پیغام اور اصل سپرٹ

(جناب سید ایم اچ زیدی کے قلم سے)

کتب مقدسہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہابیل اور قابیل دو آدمی ہوئے ہیں جنہوں نے قربانی کی اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ قربانی ہر مذہب کا ایک باقاعدہ طریق عمل ہے۔ اغلبا یہ طریق عمل مذہب کے ساتھ ہی پیدا ہوا۔ اس لئے قربانی کا آغاز اگر نسل انسانی کی پیدائش کے وقت سے نہیں ہوا تو کم ازکم اس زمانہ سے ہے جب سے مذہب دنیا میں آیا۔

تمام قدیم اقوام بدروحوں کی ظالمانہ تدابیر کو غیر موثر کرنے یا اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ حاصل کرنے کے لئے خونیں اور غیر خونیں قربانیاں دیتی تھیں۔ ویدوں کے زمانہ میں ہندوستان کے لوگ بہت سے دیوی دیوتاؤں بالخصوص اگنی اور سوما کے سامنے قربانی کی روٹیاں۔ دودھ کے مٹکے۔ بکرے اور گھوڑے نذر کرتے تھے۔ قدیم ایرانی اہرمن اور شیطانوں کے غصہ سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں کرتے اور قربانی کی روٹیاں پیش کرتے تھے۔ قدیم یونانی مٹھائیاں اور شربت، شرابیں اور پھل اور قربانی کی روٹیاں اور شہد کے کیک نذر کرتے تھے۔ رومی لوگ بھیڑیں۔ سور۔ اور بیل قربان کرتے تھے۔ چین میں ہر سال قربانی ہوتی ہے۔ اور شہنشاہ چین ملک اور مذہب کا سردار ہونے کی وجہ سے شوربا۔ گوشت اور سبزیاں آسمان کی نذر کرتا ہے۔

مصریوں کے ہاں اعلیٰ درجہ کا امامت کا سلسلہ اور ویسا ہی وسیع قربانی کا طریق رائج تھا۔ سامیوں کے دیوتاؤں کو بھی خوشبودار نذر و نیاز اور قربانی کے جانوروں سے خوش کیا جاتا تھا۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم۔ حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغمبران الٰہی کے پیروؤں میں مختلف قسم کے جانوروں کی قربانی مذہبی احکام میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور حضرت مسیح ایسے پیغمبر نے صلیب

کے درخت پر خونی قربانی دی - سب کے آخر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں - اور مذہبی مراسم اور عبادات کے اس سلسلہ میں ان کا قیام بھی زیادہ دور نہیں - قربانی کی رسم ہر سال ان میں زیادہ جوش اور مظاہرہ کے ساتھ ادا کی جاتی ہے -

عیدالاضحی یا بقرعید دسویں ذی الحجہ کو منائی جاتی ہے جو اسلامی کیلنڈر کا آخری مہینہ ہے - یہ اسلام سے پہلے کی رسم ہے - عرب کے بت پرست ہر سال اس موسم میں مکہ کا حج کیا کرتے تھے - اور اس سالانہ اجتماع کا آخری کام جانوروں کی قربانی تھا - اس رسم کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حاجیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے قربانی کے دن یا ایک عظیم الشان تہوار کے طور پر قایم رکھا -

مسلمانوں کے اس تہوار کا سرچشمہ مسیحیت اور یہودیت دونوں ہیں - وہ اس دن کو فرعون کے ہاتھ سے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی آزادی کی یاد منایا کرتے تھے -

حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی

وہ خاص واقعہ جس سے یہ تہوار پیدا ہوا - اس طرح بیان کیا گیا ہے - جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد رکھی تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس کے لئے دعوت تیار کی جائے - ابراہیمؑ نے خدا سے دریافت کیا کہ اس قابل یادگار دن کونسی چیز دو چاہتا ہے - خدا نے کہا کہ " اپنا بیٹا اسمٰعیل قربان کرو " خدا کی مرضی پر رضامند ہو کر وہ اسمٰعیل کو (نہ کہ اسحٰق کو جیسا کہ بعض کتب مقدسہ میں لکھا ہے) کعبہ میں قربان کرنے کے لئے لے گیا - اور اسے لٹا کر کئی غیر موثر ضربات چھری کے ساتھ اس کے گلے پر ماریں - جس پر اسمٰعیلؑ نے کہا چونکہ آپ کی آنکھیں کھلی ہیں اس لئے یہ افسوسناک اور قابل رحم بات ہے کہ چھری آپ سے نہیں چلتی - یہ بہتر ہوگا کہ آپ اپنی پگڑی کے سرے سے اپنی آنکھوں کو باندھ لیں - اور پھر مجھے قربان کریں " ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح کیا - جیسے بیٹے نے کہا تھا - اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر انہوں نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی - اسی اثنا میں جبرئیلؑ نے ایک چوڑی دم والی بھیڑ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ لٹا دی - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھ کر انہیں بہت حیرانی ہوئی کہ بھیڑ ذبح ہو گئی اور ان کا بیٹا اسمٰعیلؑ ان کے پیچھے کھڑا ہے -

قربانی کی اسلامی تقریب قرآن کریم کے حکم کی بنا پر قایم کی گئی ہے - جو سورت ابراہیم - آیات ۳۲ و ۳۸ میں ہے - پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقریب کو مذہبی رسوم سے مقدس بنا دیا - اور قواعد کے ذریعہ سے اس کی فرضیت واجب کی ہے - نہ صرف اس غرض سے کہ آپ کے پیروؤں کو امن کا وقت اور تہوار کا موسم

گزارنے کا موقعہ مل جائے بلکہ تجارتی مفاد بھی پورا نہیں حاصل ہوسکیں۔ مذہبی مقاصد میں سیاسی نقطۂ نظر آپ کے پیش نظر تھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ مکہ تمام مسلمانوں کے لئے اتفاق و اتحاد کا مرکز بن جائے۔ اور مکہ معدو بار رہ کر اپنے اپنے ممالک کے سونے اور پیداوار کا تبادلہ عرب کی مقدس اشیا کے ساتھ کرسکیں۔ وہ بڑے بڑے کاروان جو ہر سال ایران۔ دمشق۔ مراکو۔ اور قاہرہ سے سفر کرتے ہیں مکہ میں آملتے ہیں اور حج کے ایام میں اس شہر اور جدہ میں جو اس کا بندرگاہ ہے۔ بہت بڑی تجارت ہوتی ہے۔"

قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق ہر آزاد مسلمان کے لئے اپنی توفیق اور حالات کے مطابق اس موقعہ پر کم از کم ایک جانور قربان کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اکیلا قربانی کا جانور نہیں خرید سکتا تو اسے اختیار ہے کہ دوسروں کے ساتھ حصہ دار بن جائے۔ بعض لوگ اونٹ کی قربانی دیتے ہیں۔ بعض بھیڑیں۔ بکرے۔ دنبے اور بیلے لیکن قربانی کے لئے جو جانور چُنا جائے ضروری ہے کہ وہ پوری عمر کا ہو۔ اور کسی قسم کا نقص اس میں نہ ہو۔ وہ کانا یا لنگڑا یا کسی اور وجہ سے عیب دار نہ ہونا چاہئے۔ جانوروں کو اس جگہ پر لیجایا جاتا ہے جو اس غرض کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ انہیں قبلہ رُخ لٹایا جاتا ہے۔ اور اس موقعہ کے لئے جو دعا مقرر ہے وہ پڑھی جاتی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے قربانی کی قبولیت کی التجا کی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد کوئی شخص بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہوئے جانور کی گردن پر تیز چھری پھیر دیتا ہے جانور کو ذبح کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ وہ بھوکا یا پیاسا نہیں۔

یہ تہوار عملاً تین دن تک رہتا ہے۔ اور تمام جماعتوں اور سب خیالات و طبقات کے لوگ عید الفطر کی طرح جو ماہ رمضان کے بعد آتی ہے۔ بڑے جوش و خروش سے اسے مناتے ہیں۔ یہ تہوار بھی مسلمانوں میں ایک نہایت خوشی کا دن ہے۔ اور خوشی منانے کا موسم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ایک زاہد و پارسا انسان کے نزدیک یہ صرف اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزاری کے لئے ہے۔

ہر مسلمان امیر ہو یا غریب اپنے ہموم و غموم کو اس دن یکطرف کر کے نہایت اچھی شکل و صورت بناتا اور عمدہ لباس پہنتا ہے۔ یا کم از کم جوتیوں کا ایک نیا جوڑہ ہی پہن لیتا اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ غریب ہوں یا امیر کھلے دل سے اور بازو پھیلا کر بغلگیر ہوتا ہے۔

ہر شخص اس دن اپنے بڑے سے کچھ نہ کچھ تحفہ تحائف کا امید وار ہوتا ہے۔ ایک ساٹھ سالہ عمر کا بیٹا بھی اپنے بوڑھے باپ سے کسی عمدہ تحفہ کی توقع رکھتا ہے۔ نوکر اپنے آقا سے بخشش کا متوقع ہوتا ہے۔ اور ایک گداگر

ہر رہگذر کو بلا بلا کر اسی عید کے نام پر خیرات طلب کرتا ہے - اور جب اس کی جمع کردہ پونجی میں ایک پیسہ اور ڈالا جاتا ہے - تو کبھی اس کا چہرہ اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا اس دن ہوتا ہے - اور کبھی وہ خیرات کرنے والوں کے لئے خدا سے برکات کی دعا اس خلوص و محبت سے نہیں کرتا جتنا اس دن کرتا ہے - خیرات کرنے والا اور لینے والا دونوں اپنے اپنے افعال پر یکساں طور پر خوش ہوتے ہیں - خواتین کے اجتماع جو اس دن ہوتے ہیں ان میں بھی وہ تمام خوشی اور مسرت کی چیزیں موجود ہوتی ہیں جو گھروں کی چار دیواری میں میسر آسکتی ہیں - وہ دن کا بڑا حصہ بند گاڑیوں میں سہیلیوں اور رشتہ داروں کے ہاں جانے یا اپنے ہاں ان کا استقبال کرنے میں بسر کر دیتی ہیں - وہ اپنا بہترین زیور اور نہایت اعلیٰ درجہ کا لباس پہنکر اس دن کو اس طریق سے مناتی ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے - زنانہ جگہیں خوشی و مسرت کے گیتوں اور بعض اوقات بلند آواز باجوں اور سہیلیوں اور رشتہ داروں کے پر مسرت اجتماعات سے گونج اٹھتی ہیں اور تمام دن بڑی سرگرمی اور خوشی و مسرت میں گزرتا ہے - سب سے بڑھ کر اس دن نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عظیم الشان پیغام جو محبت و اتحاد کی جڑ ہے - اور جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے - عمل میں لاکر دکھایا جاتا ہے - مسجد یا میدان میں سے جہاں مسلمان جمع ہو کر نماز پڑھتے ہیں - جس جگہ آپ جائیں اسلامی اخوت اور برادرانہ محبت کی سپرٹ پورے جذب و کشش کے ساتھ آپ کو نظر آئے گی -

ایک مسلمان خواہ وہ شہزادہ ہو یا دہقان - شمالی ہندوستان کا نواب ہو یا بمبئی اور کلکتہ کا تاجر - جاوا جیسے دور دراز ملک کا رہنے والا ہو یا چین کا بادشاہ ہو یا بغداد کی گلیوں کا گداگر - ایران کا ہوشیار قہوہ فروش ہو یا ترکی کا ٹوپیوں کا تاجر - ماورائے سرحد کا ہینگ بیچنے والا ہو یا کابل کا سودی روپیہ دینے والا - قاہرہ یا قسطنطنیہ کا کوئی آفندی ہو یا یورپ کا کوئی پھرتیلا نوجوان - چین کا کوئی حلیم مزاج افیمی ہو یا جاپان کے دیا سلائی کے کارخانے کا کوئی کلرک - ابی سینیا کا سیاہ رنگ حبشی ہو یا مغرب کا وہ سفید رنگ انسان جو شمالی یورپ کے بے رنگ اور خون نہ رکھنے والے انسان کا مثنیٰ ہو - عرب کا کوئی سردار ہو یا کوئی ناچنے والا درویش - کوئی مستند شیخ ہو یا مظلوم سید - سب کے سب اسلام کے جھنڈے کے نیچے مساوات کا ایک شاندار نظارہ پیش کرتے ہیں نہ تو ان میں سے کوئی دوسرے سے بڑھ کر ہے نہ کمتر - اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب کے سب برابر ہیں - یہ اسلامی تعلیمات کا حقیقی پیغام اور اس کی اصل سپرٹ ہے -

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمان خواتین کو اس زمانہ میں ان اجتماعی فوائد سے محروم کر دیا گیا ہے جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیر تک انہیں حاصل رہے - اور تمدنی اور مذہبی قانون کی رو سے انہیں مردوں

کے ساتھ نمازوں میں شمولیت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے خطبات سننے کی اجازت تھی ہندوستان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی غلط تعبیر کی وجہ سے اس تہوار کی حقیقی سپرٹ باقی نہیں رہتی۔ عورتوں کو گھروں کی چار دیواری میں قید رکھنا ان کی عصمت اور عزت و توقیر کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اور اس تہوار کو بقرعید (گائیں ذبح کرنے کا تہوار) کا نام دیا گیا ہے۔ تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرقہ وارانہ عناد کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ کاش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو قرآنی احکام کی حقیقی سپرٹ کو سمجھتے اور ان کی ایسی تعبیر کرتے جو تعصب و عناد اور مذہبی دیوانگی کے جذبات سے آزاد ہوتی قرآن کریم فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ اللہ تعالیٰ کو نہ اس کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اللہ کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اگر مسلمان اپنی تقریبات کو اس قرآنی ارشاد کے مطابق کریں تو دونوں اقوام کے مابین ہر سال جو مصیبت اور کشیدگی پیدا ہوتی ہے وہ اگر بالکل دور نہ ہو تو بھی بہت حد تک کم ہو جائے۔

تاریخ کا ایک شاندار واقعہ

(از جناب حسن محی الدین صاحب عباسی)

اس ناخوشگوار حقیقت سے دامن چھڑانے کا کوئی رستہ نظر نہیں آتا کہ اس ملک کی دو بڑی قوموں کے باہمی تعلقات زمانہ حال میں اس قدر کشیدہ ہو گئے ہیں کہ ہر سال بقرعید کے عظیم الشان تہوار پر جو عربی کلنڈر کے آخری مہینہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ہوتا ہے۔ اور اس سال یہ تاریخ ۵[1] مارچ ۱۹۳۸ء کو ہوگی۔ اس وسیع نگہبانی اور پاسبانی کے باوجود جو ملک بھر میں پبلک اور پولیس کی طرف سے ہوتی ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کے ہولناک واقعات سے اس کی بدشگونی کی جاتی ہے۔ اور لازماً کسی نہ کسی جگہ کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ اس عید کو ماتم کا دن بنا دیتا ہے۔ یہ خوفناک صورت حالات ملک کی پہلے درجہ کی بدقسمتی کا نشان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام اسلامی دنیا عید قرباں کی تقریب مناتی ہے۔ لیکن اسے صرف مسلمانوں ہی کا تہوار نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس تقریب کے منانے کی

[1] امسال ۱۴ مارچ کو ہوئی۔ ایڈیٹر

اصل غرض ایک ایسے واقعہ کی یاد کو تازہ کرنا ہے۔ جو ایک خاص قوم کی نسلی دلچسپی کے علاوہ تاریخ میں ایک ناقابل برداشت اعتقاد سے قلب انسانی کی آزادی کا نمایاں نشان ہے۔ اور ایک ایسی قابل عزت شخصیت کی زندگی اور اس کے کارناموں سے تعلق رکھتا ہے۔ جن کو تین بڑے بڑے مذاہب یہودیت۔ نصرانیت اور اسلام یکساں عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم ایام میں گناہ کے کفارہ اور دیوتاؤں کے سخت ترین غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جو لوگ اپنے اوپر ہر قسم کے سخت سے سخت سزا اور تکلیف جو سمجھ میں آسکے وارد کر لیتے تھے۔ یہ تکلیف بڑھتے بڑھتے انسانی قربانی کی حد تک پہنچ گئی۔ جوشیلے پرستار اپنے جوش میں دیوتاؤں کے آگے انسانوں اور بعض وقت اپنے اعزہ واقربا کو ذبح کر دیتے تھے۔

یہ قابل نفرت فعل کسی خاص جماعت یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ قریباً تمام دنیا اس عذاب الیم کے درد و کرب میں مبتلا تھی۔ بطور مثال افریقی لوگ ایک غصہ ور دیوتا پر اپنے ایمان ویقین کا اظہار اس طرح سے کرتے تھے۔ کہ اپنے سب سے زیادہ خوبصورت انسان کو اس کے آگے قربان کر دیتے تھے۔ بابلی لوگ نہایت شاندار تہذیب اور کلچر کے ہوتے ہوئے جب ضرورت پیش آتی تو قیدیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارتے تھے۔

مغربی گاٹنا میں ایک بادشاہ کی موت پر دو ہزار بے گناہ انسانوں کو ذبح کر دیا گیا۔ تاکہ وہ فوت شدہ بادشاہ کے جلوس میں رہ سکیں۔ چینی لوگ اپنے بادشاہ کے جلوس کے بازاروں سے گزرنے کا اعلان کرنے کے لئے کسی غریب کا سر علم پر لئے پھرتے تھے۔

وسطی امریکہ میں انسانی قربانی بہت مرغوب تھی۔ قدیم برطانوی اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا کرتے تھے۔ یہاں اس ملک میں بھی ہندوستانی اس رسم کے بہت دلدادہ تھے۔

ہندوستان کے وہ مندر جو کالی دیوی کے لئے مخصوص تھے انسانی قربانیوں کے مناظر پیش کرتے تھے۔ قدیم جے پور میں امبر کے محلات میں ابھی تک مندر دینے کی وہ جگہ محفوظ ہے۔ جو خونریزی کی رسم کے لئے مخصوص تھی اور اب وہاں حیوانی قربانیاں دی جاتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، جیسا جد الانبیاء غالباً سب سے پہلا انسان تھا جو اس ہولناک طریق عمل کے مفہوم سے پوری طرح واقفیت رکھتا اور نسل انسانی کو اس سے آزاد کرنے کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔

ایک شب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی چاہتا ہے۔ اس بارہ میں یہودی۔ نصرانی اور اسلامی روایات متفق ہیں۔ ہاں لڑکے کے تعین کے متعلق ان میں اختلاف ہے۔ اول الذکر دونوں مذاہب اس سے حضرت اسحٰق مراد لیتے ہیں اور اسلامی روایات کی رو سے حضرت اسمٰعیل کو اس کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔ تاہم خواب کے دیکھنے میں کوئی شبہ نہیں۔ جس کو باپ نے اپنے پیارے بچے کے سامنے بیان کیا۔ جس نے خدائی احکام کے سامنے فوراً نہایت خوشی کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانی قربانی کو بے معنی ثابت کرنے کے لئے معجزانہ طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے آپ کے بیٹے کے بجائے بکرا ذبح کرا دیا۔ یہ واقعہ اس زمانہ کے ان وحشی انسانوں کے لئے سبق آموز ہے جو انسانوں کو ذبح کرنا پسند کرتی تھیں

اگر مسلمان تمام دنیا میں حیوانی قربانیاں کرتے ہیں تو یہ صرف اس بکرے کی قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہے۔ جو حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کے بجائے کی۔ اور جو اس ظلم سے جو اس زمانہ انسانی قربانی کے رنگ میں عام طور پر کیا جاتا تھا۔ نسل انسانی کی آزادی کا مترادف سمجھا گیا۔ اگر مسلمان دنیا کے تمام گوشوں سے مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین میں جمع ہوتے ہیں تو یہ اس عظیم الشان جدالانبیا کی عزت و عظمت کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ جو حضرت موسیٰ حضرت عیسےٰ اور حضرت محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مشترک باپ تھا۔ فی الحقیقت کعبہ کی تاریخ کا پتہ اس وقت سے چلتا ہے جب اس ابوالاقوام نے اس کی بنیادوں کو اٹھایا۔ اس لحاظ سے حج کا تعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

مسلمان جب کوئی بکرا۔ یا دنبہ۔ یا بیل۔ یا گائے۔ یا اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس سے دوسری اقوام کے جذبات کو کوئی ٹھیس لگائی جائے۔ بلکہ وہ صرف اس اعلےٰ نصب العین کی یاد کو تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو آج سے ہزارہا سال پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا گیا؛

گزارش

جن احباب کا سالانہ چندہ ماہ مئی و جون میں ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر شکریہ کا موقع دیں۔ اس طرح وہ بھی وی پی کے خرچ سے محفوظ رہینگے اور دفتر کو بھی سہولت رہے گی۔ (مینجر)

اسلام کیا ہے؟

ذیل میں اسلام کی تعلیمات کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے ہم **ووکنگ مسلم مشن انگلستان** کے تبلیغی مرکز سے تحریر و تقریر کے ذریعہ انگلستان مغربی ممالک اور امریکہ میں پھیلا رہے ہیں۔ ووکنگ مشن کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے اور یہ وہ مشترکہ اسلامی تعلیم ہے جس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق و ایمان ہے۔

اسلام سلامتی اور امن کا علمبردار ہے

اسلام کے لفظی معنے ہیں (۱) سلامتی اور امن (۲) وہ طریق جس کی بدولت سلامتی اور امن ہو سکتی ہے (۳) اطاعت کیونکہ دوسرے کی اطاعت۔ امن قائم کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ اصطلاحی یا مذہبی اعتبار سے اسلام کے معنے "اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت ہیں"۔

مذہب کا مقصد

اسلام اپنے پیروؤں کو ایسا کامل دستور العمل عنایت کرتا ہے جس کی بدولت انسان کی مخفی خوبیاں اور نیکیاں بروئے کار آسکتی ہیں۔ اور اس بناء پر انسانوں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنہیں عام طور سے پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے ربانی مذہب کے آخری پیغمبر ہیں مسلمان یعنی اسلام کے پیرو، ان تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو جنہوں نے بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے اللہ کی مرضی بندوں پر ظاہر کی، راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید

مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید ہے مسلمان ہر ایک مقدس کتاب کو الہامی الاصل یقین کرتے ہیں۔ اور چونکہ سابقہ کتب انسانی دستبرد کی وجہ سے محرف و مبدل ہو گئیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس میں جملہ کتب سابقہ کی صداقتیں موجود ہیں۔

عقائد اسلام

ایمان کے سات ارکان ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) الہامی کتب پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم آخرت پر ایمان (۶) اندازۂ خیر و شر پر ایمان (۷) حیات بعد الموت پر ایمان۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیات بعد الموت کوئی نئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اسی زندگی کا سلسلہ ہے جس میں اس کی مخفی قوتیں ظاہر ہونگی۔ یہ غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ جو لوگ دنیا کی زندگی میں آیندہ ترقی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہونگے۔ جو آیندہ ترقی کی حالت کا دوسرا نام ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے قواء کو ناکارہ کرلیں گے۔ وہ دوزخ میں جائیں گے یعنی وہ جنت کی برکات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اور تمام نقائص سے پاک کرنے نیز جنتی زندگی میں حصہ لینے کی صلاحیت کی غرض سے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیا میں روحانی حالت کا عکس ہوگی۔

ایمان کے چھٹے رکن کو بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر "قسمت" یا تقدیر کے مشہور معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ اس معنے میں مسلمان نہ قسمت کے قائل ہیں نہ تقدیر کے بلکہ ہر شئے کے اندازہ ماقبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شئے جو خدا نے پیدا کی ہے وہ مقررہ حالات اور مقررہ طریق استعمال میں اچھی ہے۔ اُس کا غلط استعمال اُسے برا بنا دیتا ہے۔

ارکان اسلام

اسلام کے ارکان پانچ ہیں (۱) خدا کی وحدانیت۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج بیت اللہ۔

صفات باری تعالیٰ

مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جو قادر مطلق۔ عالم الغیب۔ عادل۔ رب العالمین۔ رفیق۔ ہادی اور وکیل ہے۔ کوئی ہستی اُس کی مانند نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اُس نے کوئی بیٹا یا بیٹی جنے۔ اُس کی ذات قابل تقسیم نہیں۔ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اعلیٰ اور اکبر ہے۔ جمیل اور قدیم ہے۔ غیر محدود ہے۔ اول اور آخر ہے۔

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے مُردہ ہے۔ ایمان بطور خود کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ ہر شخص اپنے افعال کا خود ہی ذمہ وار ہے۔ دوسرا آدمی کسی کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔

اسلامی اخلاق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے مُتصف کرو۔ خدا انسان کیلئے بطور نمونہ ہے۔ اور اُس کے صفات اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی رُو سے نیکی یہ ہے کہ انسان کی زندگی خدا کی صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اس کے خلاف عمل کرنا ہی گناہ کہلاتا ہے۔

انسانی استعداد از روئے اسلام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرتی طور پر گناہوں سے پاک ہے۔ اور اُس کی تخلیق بہترین طور پر ہوئی ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتوں سے بالاتر اور اُلوہیت کے نزدیک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کا مرتبہ عورت اور مرد دونوں کی پیدائش ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔ دونوں میں ایک ہی رُوح ہے اور انہیں دماغی رُوحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے یکساں قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ اسلام مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرائض عاید کرتا ہے۔

مساواتِ انسانی اور اخوتِ اسلامی اسلام خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے نسل، دولت اور خاندانی اعزاز سب ضمنی چیزیں ہیں نیکی اور خدمت انسان ہی اصلی خُوبی کی باتیں ہیں۔ اسلام میں رنگ و نسل و عقیدہ کے امتیازات مطلق پائے نہیں جاتے۔ تمام بنی نوع آدم ایک خاندان ہے۔ اور اسلام نے کالے اور گورے دونوں کو ایک کر دیا ہے۔

ذاتی غور و فکر اسلام ذاتی غور و فکر کا حامی ہے۔ اور اسلام میں اختلاف رائے کی عزت کی جاتی ہے جو بقول آنحضرت صلعم اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

طلبِ علم طلبِ علم اسلام میں ایک فرض ہے۔ اور اسی حصولِ علم کی بدولت انسان ملائکہ سے افضل ہو جاتا ہے۔

تقدیسِ کسب اسلام ہر اُس مزدوری کی عزت کرتا ہے جس کی بناء پر انسان اپنی روزی کما سکے۔ کاہلی گناہ ہے۔

بذلِ اموال انسان کو جس قدر قواء عنایت کئے گئے ہیں۔ وہ سب خدا کی امانت ہیں۔ تاکہ انسان ان کو دوسروں کی فائدہ رسانی میں استعمال کرے۔ اس کا فرض ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے۔ اور اُسکی سخاوت سب لوگوں پر بلا امتیاز شخصیت عام ہونی چاہئے۔ سخاوت انسان کو خدا کا مُقرب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے سخاوت اور زکوٰۃ دونوں اسلام میں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ اور اسی لئے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے مقررہ نصاب سے زیادہ دولت جمع ہو تو وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ وہ ٹیکس ہے جو مالداروں پر محض غربا کے فائدہ کے لئے لگایا گیا ہے۔

ضروری نوٹ

اسلام کے متعلق مزید معلومات اور ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے تبلیغی کارہائے نمایاں کی مفصل رپورٹ حاصل کرنے کیلئے

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان)

کو تحریر فرمائیں